اپنی لاش
اشتیاق احمد

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

- یہ وقت نماز کا تو نہیں ـــــ
- آپ کو سکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا ـــــ
- کل آپ کا کوئی ٹسٹ یا امتحان تو نہیں ـــــ
- آپ نے کسی کو وقت تو نہیں دے رکھا ـــــ
- آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں۔ پہلے نماز اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو لیں، پھر ناول پڑھیں۔ شکریہ!

مخلص:

اشتیاق احمد

حیران کن لمحہ

"میں آپ کو اپنی لاش دکھانا چاہتا ہوں، آپ میرے ساتھ چلیں گے۔"

"ہاں ضرور کیوں نہیں ـ ہائیں کیا کہا ـ کیا دکھانا چاہتے ہیں، اپنی لاش۔" آفتاب کی آنکھیں باہر نکل آئیں۔

"ہاں! اپنی لاش۔"

"جناب ـ کیوں مذاق کرتے ہیں ـ آپ تو ہمارے سامنے زندہ سلامت موجود ہیں ـ ارے ہاں ٹھہریے ـ یہ بات تو میں بھول ہی گیا۔" آفتاب نے جلدی جلدی کہا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا ـــ

"کک ـ کون سی بات؟" اجنبی ہکلایا۔

"جب میں ہی بھول گیا تو آپ کو کیا بتاؤں کہ کون سی بات بھول گیا ـ لیکن خیر ـ آپ اطمینان رکھیں ـ میری یادداشت اب اتنی بھی کمزور نہیں کہ یاد آ ہی نہ سکے ـــ

ہاں - ٹھیک تو ہے - واقعی..." آفتاب کہتے کہتے رُک گیا۔

"کیا واقعی" ۔ اجنبی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"مَیں عرض کرتا ہوں"۔ یہ کہہ کر وہ اپنی جگہ سے چل کر اجنبی کے قریب آیا۔ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور پھر اپنی کُرسی پر بیٹھ گیا، پھر پُرسکون آواز میں بولا :

"ہاں ! اب کہیے ۔ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں ۔ میں اپنا اطمینان کر چکا ہوں"۔

"کس بات کا اطمینان ؟"

"یہ کہ آپ کوئی رُوح نہیں ہیں ۔ ایک رُوح اگر ہمارے سامنے بیٹھ کر یہ کہے کہ وہ اپنی لاش دکھانا چاہتی ہے تو یہ بات حلق سے اُتر سکتی ہے، لیکن میں آپ کے کندھے کو چُھو کر دیکھ چکا ہُوں ۔ آپ بالکل صحیح سلامت انسان ہیں ۔ لہٰذا اب فرمائیے ۔ آپ کی لاش کسی دُوسری جگہ کس طرح ہو سکتی ہے ۔ جب کہ آپ کا جسم مبارک یہیں موجود ہے"۔

"آپ مجھے بات پُوری بھی کرنے دیں نا"۔ وہ بھنّا اُٹھا۔

"اس میں بس یہی بُری بات ہے"۔ میں نے بھی تنگ آ کر کہا۔

"گگ ۔ کون سی بات ؟" اجنبی نے گھبرا کر میری طرف دیکھا۔

"یہی کہ ۔ دُوسروں کو بولنے کا موقع بہت ہی کم دیتا ہے"۔

"نہیں خیر ۔ ایسی بھی کوئی بات نہیں ۔ میں تو اتنا موقع دے سکتا ہوں کہ پھر زندگی بھر موقعے کی ضرورت ہی نہ رہے"۔ آفتاب نے فوراً کہا۔

"پتا نہیں ۔ آپ کیا باتیں کر رہے ہیں ۔ کیا یہ دفتر شوکی برادرز کا نہیں ہے"۔

"بالکل ہے ۔ آپ بالکل ٹھیک پتے پر آئے ہیں"۔

"تب پھر آپ عجیب و غریب باتیں کیوں کر رہے ہیں ؟"

"جی بس ۔ کیا بتائیں ۔ یہ کم بخت عجیب و غریب باتیں ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتیں"۔ آفتاب بے بسی سے بولا۔

"میرا خیال ہے ۔ کم از کم آپ شوکی نہیں ہو سکتے"۔ اس نے جل کر کہا۔

"ہاں ! یہ تو ٹھیک ہے ۔ شوکی میں ہوں"۔ میں نے فوراً کہا۔

"تو پھر مجھ سے صرف آپ بات کریں نا ۔ ان کی باتوں سے تو میں بہت اُلجھن محسوس کرنے لگا ہوں"۔

"تم نے سُن لیا کمّن"۔

"جی ۔ بالکل"۔ اس نے فوراً کہا۔

"تو پھر ۔ اب نہ بولنا ۔ ورنہ بہت بُری طرح پیش آؤں

گا۔"

"آ جائیے گا پیش۔ میری کیا پیش جاتی ہے یہاں۔"
اس نے جل بھن کر کہا۔

"تم اب بھی باز نہیں آئے۔" میں غرایا۔

"لل۔ لیجیے۔ آ گیا۔" وہ گھبرا کر بولا۔ میں مسکرا دیا اور اجنبی کی طرف مڑا:

"ہاں! اب فرمائیے۔ اور ہاں۔ ایک بات اور۔ کچھ فرمانے سے پہلے آپ مہربانی فرما کر اپنا نام اور پتا نوٹ کرا دیں۔"

"ضرور کیوں نہیں۔ شوق سے نوٹ کر لیں، لیکن میں وہاں آپ کو ہرگز نہیں ملوں گا۔"

"کیوں نہیں ملیں گے۔"

"اس لیے کہ میں تو لاش میں تبدیل ہو چکا ہوں۔ کیا کسی کو ملوں گا۔"

"اگر آپ لاش میں تبدیل ہو چکے ہیں تو پھر۔ آپ ہمارے سامنے کس طرح موجود ہیں۔ اور اگر ہمارے سامنے موجود ہیں تو پھر آپ کی لاش وہاں کس طرح ہو سکتی ہے۔"
میں نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"یہ تو آپ کو وہاں چل کر ہی معلوم ہو گا۔"

"وہاں چلنے کی بات بعد میں ہو گی۔ پہلے آپ وضاحت کریں۔" میں نے منہ بنا کر کہا۔

"وضاحت۔ لیکن کس بات کی؟"

"چلیے میں سوال پوچھتا ہوں۔ آپ جواب دیجیے۔ آپ ہمیں اپنی لاش کس لیے دکھانا چاہتے ہیں؟"

"مم۔ مجھے۔ کسی نے قتل کر دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ آپ میرے قاتل کو گرفتار کرا دیں۔" اس نے کہا۔

"اور آپ کا قاتل کون ہے؟"

"میں کیا جانوں۔ اگر یہ بات معلوم ہوتی تو میں خود نہ اسے قانون کے حوالے کر دیتا۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔ تو بات یہ ہوئی کہ آپ کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔ آپ نہیں جانتے۔ وہ کون ہے۔ آپ ہم سے یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس معاملے کی تفتیش کریں اور قاتل کو قانون کے حوالے کر دیں۔"

"بالکل۔ میں یہی چاہتا ہوں۔"

"شکریہ۔ آپ ہمیں کتنا معاوضہ دیں گے؟"

"آپ کتنا چاہتے ہیں۔" اس نے اکڑ کر کہا۔

"آپ کو تو قتل کر دیا گیا ہے۔ آپ معاوضہ کس طرح دے سکیں گے۔" آفتاب نے جل کر کہا۔

"آپ پھر بولے۔" اس نے بھنّا کر کہا۔

"خاموش رہو آفتاب۔ ان سے مجھے بات کرنے دو۔ ہاں جناب۔ آپ معاوضہ کس طرح ادا کریں گے۔"

"نقدی کی صورت میں، کیوں کہ مرنے کے بعد میرا لکھا ہوا چیک کیش نہیں ہو سکے گا۔ اس لیے میں آپ کو نقد رقم دوں گا۔"

"اور نقد رقم آپ کہاں سے دیں گے؟"

"آپ کو اس سے کیا۔ میں کہیں سے بھی دوں۔" اس نے منہ بنایا۔

"نہیں۔ پہلے ہم اپنا اطمینان چاہتے ہیں۔"

"تو ٹھیک ہے۔ پہلے میں معاوضہ ادا کروں گا، پھر آپ کو اصل جگہ لے کر جاؤں گا۔"

"تت۔ تو کیا معاوضہ آپ نقلی جگہ سے دیں گے؟" اشفاق رہ نہ سکا۔

"اوہو۔ اس مرتبہ دوسرے صاحب بولے۔ کیا یہ تینوں اسی قسم کی باتیں کرنے کے لیے رکھے ہوئے ہیں آپ نے۔" اس نے بھنّا کر کہا۔

"میں نے انھیں رکھا ہوا نہیں۔ یہ رکھے رکھائے ملے ہیں۔ یعنی یہ میرے سگے بھائی ہیں۔"

"اوہ سمجھا۔ خیر۔ تو پھر معاوضہ طے کر رہے ہیں یا نہیں۔"

"ہاں! ٹھیک ہے۔ آپ ہمیں کتنا معاوضہ دیں گے؟"

"آپ کتنا لیں گے؟"

"اب اگر ہم یہ کہیں کہ آپ ایک لاکھ روپے دے دیں۔ تو کیا آپ دے دیں گے؟" اخلاق نے تلملا کر کہا۔

"ایک لاکھ تو کوئی بات ہی نہیں۔ بڑھ چڑھ کر مانگیے اور مجھے مایوس نہ کیجیے۔"

"کیا مطلب۔ مایوس نہ کیجیے۔ ہم کیوں مایوس کرنے لگے آپ کو۔" میں نے منہ بنا کر کہا۔

"ایک لاکھ کی بات کر کے آپ نے مجھے مایوس ہی تو کیا ہے۔ دس بیس لاکھ تو مانگا ہوتا۔"

"آپ یا تو نشے میں ہیں، یا مذاق کر رہے ہیں۔" میں نے اسے گھورا۔

"دونوں میں سے ایک بات بھی نہیں۔ میں نے زندگی میں کبھی کوئی نشے والی چیز استعمال نہیں کی۔ اور میں ان حالات میں کیا کسی سے مذاق کروں گا۔ جب کہ قتل کر دیا گیا ہوں۔"

"پتا نہیں۔ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ ہماری الجھن میں

اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ مہربانی فرما کر وضاحت کریں۔"

"وضاحت نہیں۔ پہلے معاملہ طے کریں۔" اس نے پُرزور لہجے میں کہا۔

"اچھی بات ہے۔ آپ ہمیں ایک لاکھ روپے دے دیجیے گا۔"

"پھر وُہی مایوسی کی بات۔ خیر میں طے کرتا ہوں۔۔ میں آپ کو کم از کم دس لاکھ روپے دوں گا۔"

"اگرچہ ہم جانتے ہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکے گا۔۔ لیکن پھر بھی کہتے ہیں۔ چلیے۔ ہمیں منظور ہے۔" میں نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"کیا کہا۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکے گا۔ خیر۔ پہلے میں معاوضہ ادا کروں گا۔ پھر اگلی بات ہو گی۔ آئیے میرے ساتھ۔"

"آپ کے ساتھ، لیکن کہاں؟" آفتاب نے چونک کر کہا۔

"جہاں میں لے چلوں۔ کیا آپ ڈر رہے ہیں؟"

"ڈر اور آپ سے۔ آپ تو مقتول ہیں۔"

"ہاں! یہ ٹھیک ہے۔ تو پھر اُٹھیے۔"

"اُٹھو بھئی۔" میں نے کہا۔

عین اسی وقت دروازے پر ٹھک ٹھک ہوئی۔ یہ امّی جان

کے دُوسری طرف موجود ہونے کی نشانی تھی۔ میں فوراً اُٹھ کر دروازے پر گیا:

"جی امّی جان۔ فرمائیے۔" میں نے دبی آواز میں کہا۔

"یہ۔ یہ شخص سو فی صد فراڈ ہے۔ اس کے ساتھ اوّل تو جاؤ نہیں۔ اور اگر جا ہی رہے ہو تو پھر پوری تیاری کرکے جاؤ۔"

"آپ نے شاید سُنا نہیں۔ یہ ہمیں دس لاکھ دے رہے ہیں۔"

"اسی لیے تو کہ رہی ہوں۔ یہ فراڈ ہے۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ اگر یہ صاحب فراڈ ہیں تو خود ہی نقصان میں رہیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" انھوں نے کہا اور میں پھر اس کی طرف پلٹ آیا:

"آپ نے اب تک اپنا نام نہیں بتایا۔"

"سر پھوکا۔"

"کیا!!" ہم ایک ساتھ چلّائے۔۔

سرچھوکا ایسا نام نہیں تھا جس کو سُن کر ہم اُچھلے بغیر رہ سکتے۔ پُورے مُلک کے چند دولت مند ترین انسانوں میں سے ایک تھا، یہ بات بہت مشہور تھی کہ اس کو خود بھی معلوم نہیں تھا کہ اس کے پاس کُل کتنی دولت ہے اور شاید اس نے کبھی یہ بات جاننے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ لیکن۔ وُہی سرچھوکا اس وقت ہمیں یہ بات کہ چکا تھا کہ اس کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اور وُہ اپنی لاش دکھانا چاہتا تھا۔ ساتھ ہی اس کی خواہش تھی کہ قاتل گرفتار ہو جائے۔ ان حالات میں ہم اُچھل نہ پڑتے تو کیا کرتے۔ خیر جناب ہم اُچھلے اور خوب اُچھلے:

"میں جانتا تھا۔ تم میرا نام سُن کر اُچھل پڑو گے۔ لیکن اب زیادہ حیران ہونے کی کوشش نہ کرو۔ حیرت کے مقامات تو ابھی آگے آئیں گے۔ چلو جلدی کرو۔" انھوں نے جلدی جلدی کہا۔

"لیکن جناب۔ ہم نے ابھی تک آپ کے قتل کی کوئی خبر نہیں پڑھی۔ آپ کا قتل ہو جائے اور شہر میں کسی کو خبر تک نہ ہو۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔"

"اوہو۔ بھئی ابھی تک یہ بات صرف اور صرف مجھے معلوم ہے۔ گھر کے کسی فرد کو تو ابھی تک یہ بات معلوم بھی

نہیں۔ اس لیے تو مَیں صبح سویرے ہی تم لوگوں کے پاس آ گیا ہُوں۔ یعنی اس سے پہلے کہ کوئی اور لاش کو دیکھے۔ تم موقعِ واردات پر پہنچ جاؤ۔" انھوں نے گھبراہٹ کے عالم میں کہا۔

"آپ کا مطلب ہے۔ آپ کی لاش۔ آپ کے گھر میں پڑی ہے۔ ابھی اس لاش کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں۔" میں نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"ہاں! یہی بات ہے۔ جلدی کرو۔"

"لیکن آپ کو کس طرح پتا چلا؟" اشفاق نے جلدی سے کہا۔

"میری لاش کے بارے میں مجھے نہیں پتا ہوگا تو اور کس کو پتا ہوگا۔ کیسی باتیں کرتے ہیں۔" انھوں نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"چلیے۔ خیر۔ اب ہم پہلے چلیں گے، پھر کوئی اور بات کریں گے، کیوں کہ پتا نہیں کیا چکر ہے۔"

ہم دفتر سے نکلے۔ باہر ایک لمبی سی کار کھڑی تھی۔ ہم اس کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ سرچھوکا نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور کار تیز رفتاری کے ریکارڈ توڑنے لگی۔ جلد ہی کار شہری حدود سے نکل گئی۔ اب تو ہم پریشان ہوئے بغیر

نہ رہ سکے:

"یہ۔ یہ کیا جناب۔ آپ تو شہر سے باہر نکل آئے ہیں۔"

"اگر معاوضہ دینے کا معاملہ نہ ہوتا تو میں سیدھا اپنے محل کی طرف جاتا۔"

"ہوں۔ خیر۔ لیکن جنگل میں آپ معاوضہ کہاں سے دیں گے؟" میں نے پوچھا۔

"ایسے سوالات نہ کریں۔ اپنے کام سے کام رکھیں۔" انھوں نے برا مان کر کہا۔

"ج۔ جی۔ بہتر!"

آدھ گھنٹے کے سفر کے بعد کار ایک پگ ڈنڈی پر مڑ گئی، اور پھر گھنے جنگل میں ایک پرانی طرز کے مکان کے سامنے رک گئی۔ انھوں نے دروازے پر لگا تالا کھولا، پھر ہم اندر داخل ہوئے۔ گھر اندر سے بالکل صاف ستھرا تھا، جیسے باقاعدہ استعمال میں رہتا ہو۔ اندر ایک کمرے میں ایک بڑی سی الماری دیوار میں نصب نظر آئی۔ انھوں نے الماری کا دروازہ کھولا۔ پھر اندر نہ جانے کیا کرنے لگے۔ ہم دیکھ نہ سکے، اچانک ہلکی سی گڑگڑاہٹ ہوئی۔ اور انھوں نے ہماری طرف مڑ کر کہا:

"جاؤ بھئی نیچے۔"

"جی۔ نیچے جائیں۔ کیا مطلب؟"

"نیچے جا کر اپنا معاوضہ اٹھا لاؤ۔ پورے دس لاکھ۔"

"آپ کی بات سمجھ میں نہیں آئی۔ آپ کا کیا بھروسہ۔ ہم جوں ہی نیچے جائیں۔ آپ اس خفیہ دروازے کو بند کر دیں۔"

"اور پھر میں اپنے قتل کا کیس کس طرح حل کراؤں گا۔" انھوں نے منہ بنایا۔

"ہم جیسے پتا نہیں۔ کتنے پرائیویٹ جاسوس مارے مارے پھرتے ہیں۔"

"لیکن ان میں تم جیسا ایک بھی نہیں۔ خیر۔ ہم بے کار کی باتوں میں الجھ گئے۔ میں نے کہا ہے۔ نیچے اتر جاؤ۔"

"جی نہیں۔ آپ خود بھی نیچے اتریں۔ اور رقم ہمیں اپنے ہاتھوں سے دیں۔"

"جو لوگ میرا حکم نہیں مانتے۔ میں ان سے کام نہیں کرایا کرتا۔ تم لوگ جا سکتے ہو۔ میں کسی اور کو لے آؤں گا۔ دس لاکھ کے لیے تو لوگ ایسے دس تہ خانوں میں اترنا گوارا کر لیں گے۔"

"ہم لوگ لالچی نہیں ہیں۔" میں نے جل کر کہا۔

"جیسے تم لوگوں کی مرضی۔ تم جا سکتے ہو۔"

"جائیں کیسے۔ آپ ہمیں شہر تک چھوڑ کر آئیں۔ یہاں سواری کہاں ملے گی۔" میں نے منہ بنا کر کہا۔

"میں تم لوگوں کا نوکر نہیں ہوں۔"

"بھائی جان۔ معاملہ دس لاکھ کا ہے۔ یہ سوچ لیں۔"

"دس کروڑ کا بھی ہو تو بھی نہیں سوچوں گا۔ آخر یہ لوگ دوسروں کا وقت کیوں ضائع کرتے ہیں۔" میں نے جھلا کر کہا۔

"تم جا سکتے ہو۔"

"اچھی بات ہے۔ آؤ بھئی چلیں۔" میں نے کہا۔

"کیا کہ رہے ہیں بھائی جان۔ ہم پیدل شہر کس طرح جا سکتے ہیں۔" اشفاق گھبرا گیا۔

"جا کیوں نہیں سکتے۔ زیادہ سے زیادہ شام تک شہر پہنچ جائیں گے۔ آؤ۔" میں نے منہ بنا کر کہا۔

اور ہم جانے کے لیے مڑے۔ یہاں تک کہ مکان سے باہر نکل آئے۔ ہم نے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ ایسے میں سرجھوکا کی آواز ہمارے کانوں سے ٹکرائی:

"بس بھئی۔ میں امتحان لے چکا۔ تم کامیاب رہے ہو۔ تم میں کوئی کمزوری نہیں، کوئی لچک نہیں۔ اور یہی میں دیکھنا چاہتا تھا۔"

"کیا مطلب؟" ہم چونک کر مڑے۔

"میں تم لوگوں کا امتحان لینا چاہتا تھا۔ آؤ۔ اب میں خود تم لوگوں کے ساتھ تہ خانے میں اتروں گا۔ بلکہ تم سے آگے چلوں گا۔"

"آخر آپ اس جنگل میں اپنی دولت کیوں رکھتے ہیں۔ آپ کی دولت تو شہر میں بلکہ بنکوں میں ہونی چاہیے تھی۔"

"تم ان باتوں کو ابھی نہیں سمجھو گے۔ آؤ۔"

اور ہم ایک بار پھر اندر داخل ہوئے۔ اب وہ ہمارے آگے چلے، یہاں تک کہ ہم سیڑھیاں اتر کر تہ خانے کے صحن تک پہنچ گئے۔ دوسرا لمحہ حیران کن تھا۔

زندہ صاحب

تہ خانے کا فرش بہترین تھا۔ اس پر چند بریف کیس
اور دو تین سوٹ کیس رکھے تھے۔ ان چیزوں پر گرد کا
ذرا بھی نشان نہیں تھا۔ ہماری حیرت میں لمحہ بہ لمحہ اضافہ
ہی ہوتا جا رہا تھا:

"یہ۔۔ یہ سب کیا ہے سر۔" میں ہکلایا۔

"کچھ نہیں! تم بس اپنے دس لاکھ وصول کرو اور میں
تم لوگوں کو اپنے محل کے اس پاس چھوڑ آتا ہوں۔
اس کے بعد تم اپنا کام کرو گے۔ اور مجھ سے کوئی سوال
نہیں کرو۔ میری پہلی اور آخری شرط بس یہی ہے کہ تم
مجھ سے کوئی سوال نہیں کرو گے۔"

"بہت بہتر!" میں نے کہا۔

اس نے ایک بریف کیس کھولا، ہم نے دیکھا، اس میں
ہزار روپے کے نوٹوں کے پیکٹ بھرے ہوئے تھے۔ اتنی

دولت دیکھ کر ہماری آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔ انھوں نے ہمیں
ان میں سے دس پیکٹ اٹھا دیے۔

"یہ رہے تمھارے دس لاکھ۔ اب آؤ چلیں۔"

ہم نے پیکٹ اپنی جیبوں میں ٹھونس لیے۔ اور تہ خانے
سے نکل آئے۔ انھوں نے تہ خانے کا دروازہ پھر اسی
طرح بند کیا، الماری بند کی اور پھر بیرونی دروازے کو
تالا لگایا۔ ہمیں کار میں بٹھانے کے بعد انھوں نے کہا:

"اس سے پہلے کہ میری لاش کا پتا ان لوگوں کو چلے۔
میں چاہتا ہوں۔ تم لوگ وہاں پہنچ جاؤ۔"

"لیکن جناب۔ ابھی ہمیں اس رقم کو بھی اپنے بنک
میں جمع کرانا پڑے گا۔"

"یہ کام تم کل کر لینا۔ رقم فی الحال گھر میں رکھ دینا۔"
وہ بولے۔

"گھر میں رقم محفوظ نہیں ہوتی۔"

"اگر یہ رقم اڑا لی گئی تو میں دس لاکھ اور دے دوں گا۔"
انھوں نے منہ بنا کر کہا۔

"جی۔" ہم دھک سے رہ گئے۔

"ہاں! فکر نہ کرو۔"

"جی بہتر! ہم ایسا ہی کریں گے۔ بس اتنی وضاحت

اور کر دیں کہ آپ ہم سے چاہتے کیا ہیں؟

"ہائیں — تم لوگ ابھی تک یہ بات نہیں سمجھ سکے۔"

"ہم سمجھ تو گئے ہیں، لیکن ذرا اور وضاحت کر دیں۔"

"اچھی بات ہے — تم میرے قتل کی تفتیش کرو گے اور قاتل کو پکڑو گے — اور بس — میں اور کچھ نہیں چاہتا۔"

"اور آپ کی لاش آپ کے محل میں موجود ہے۔"

"ہاں بالکل۔"

"لل — لیکن — پھر — آپ کون ہیں؟"

"پھر وہی بات — تم اس بات کو چھوڑو — اور کام کرو۔"

"او کے سر۔" میں نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

"ویسے کیا یہ بہتر نہیں رہے گا کہ تم لوگ سیدھے پہلے میرے محل چلے جاؤ — رقم فی الحال ایک بیگ میں رکھ لو — بیگ کو ہاتھ میں پکڑے رہنا۔"

"ہمارے پاس کوئی بیگ نہیں ہے۔"

"بیگ میں تمہیں دے دیتا ہوں — بہت خوبصورت۔"

"چلیے ٹھیک ہے۔"

انھوں نے ڈکی کھولی اور اس میں سے ایک چھوٹا سا بیگ نکال کر میری طرف بڑھا دیا — بیگ واقعی بہت خوبصورت اور مضبوط تھا — اس میں تالا بھی تھا —

اب ہم نے نوٹوں کے پیکٹ اس میں رکھے اور بیگ کو تالا لگا دیا — تالا نمبروں والا تھا — آدھ گھنٹے بعد انھوں نے ایک جگہ کار روک لی اور بولے:

"سامنے تم لوگ ایک عظیم الشان محل دیکھ رہے ہو۔"

"جی ہاں! دیکھ رہے ہیں — اگر آپ کہتے ہیں تو آنکھیں بند کر لیں۔"

"نہیں — آنکھیں کیوں بند کرو گے — اسے دیکھو اور خوب غور سے دیکھو — میں نے دس کروڑ روپے لگا کر اس محل کو تیار کرایا ہے۔"

"اوہ!" ہمارے منہ سے نکلا —

"لیکن آج — اس محل میں میری لاش موجود ہے — گویا یہ محل آج میرا مقبرہ بن چکا ہے۔"

"آپ کی یہ باتیں ہماری سمجھ سے باہر ہیں۔" آفتاب نے جل کر کہا —

"فکر نہ کرو — تم بس اپنا کام کرو — اب بس — جاؤ۔"

"آپ کا مطلب ہے — ہم جائیں۔"

"ہاں — جاؤ — اور اس محل میں داخل ہو جاؤ — ملازم سے کہہ دینا — میں نے آج تم لوگوں کو ملاقات کے لیے وقت دے رکھا ہے — یہ بات سن کر وہ فوراً مجھے بلانے جائے

گا۔"

"اور۔ اور پھر۔" اخلاق نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"اور پھر۔ پتا نہیں۔ وہاں کیا ہو گا۔ تم لوگ موجود ہی ہو گے۔" وہ بولے۔

ہم کار سے نیچے اُتر آئے۔ عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ آخر ہم محل کی طرف بڑھنے لگے۔ سر بھوکا کی کار وہیں کھڑی رہی۔

"یہ شخص ضرور کوئی فراڈ ہے۔ اور ہمیں کسی جال میں پھانسنے والا ہے۔" آفتاب نے گویا خبردار کیا۔

"فراڈ لوگوں کے پاس اتنی دولت نہیں ہوا کرتی۔ اگر ہوتی ہے تو وہ دولت کو اس طرح نہیں لٹایا کرتے۔" میں نے منہ بنا کر کہا۔

"لیکن ذرا سوچیں۔ دس لاکھ معاوضہ۔ ہم نے کبھی خواب میں بھی یہ بات سوچی تھی۔" اخلاق نے کہا۔

"نہیں سوچی تھی تو اب سوچ لو۔ منع کس نے کیا ہے۔" میں نے اسے گھورا۔

"آپ تو اس طرح کر رہے ہیں جیسے آپ پر بھوت سوار ہو گیا ہے۔" آفتاب نے نئی بات کہی۔

"بھوت۔ کس کا بھوت؟" میں گھبرا گیا۔

"یہ کیس حل کرنے کا۔ جب کہ کار والا شخص مجھے کوئی بھوت یا رُوح معلوم ہو رہا ہے۔"

"بھوت اور رُوح کاریں نہیں چلایا کرتے۔"

اور ہم اس قسم کی باتیں کرتے محل کے بالکل سامنے پہنچ گئے۔ وہ واقعی ایک بہت بڑا اور عظیم محل تھا۔ اس کی ایک ایک چیز سے دولت مندی ٹپک رہی تھی۔ شاید پانی کی طرح پیسہ بہایا گیا تھا۔ پیسے کا اس قدر ضائع کیا جانا ہمیں ایک آنکھ نہ بھایا۔

محل کے دروازے پر دو مسلّح پہرے دار موجود تھے۔ انھوں نے ہمیں گھور کر دیکھا۔ میں ہمت کر کے آگے بڑھا، میں نے گھڑی کی طرف دیکھا، اس وقت صبح کے نو بج رہے تھے۔ اور یہ دن تھے شدید سردیوں کے۔ گویا ابھی زندگی کی دوڑ شروع ہوئی تھی۔

"کیا بات ہے۔ کدھر منہ اُٹھائے چلے آ رہے ہو۔"

"ہمیں سر بھوکا نے ملاقات کا وقت دے رکھا ہے۔ ٹھیک نو بج کر دو منٹ پر۔"

"کیا!!!" دونوں دھک سے رہ گئے۔

"ہاں۔ بالکل۔"

"اوہ۔ شاید وہ ہمیں بتانا بھول گئے۔ رُکو۔ تم انھیں

انتظار گاہ میں بٹھاؤ۔ میں اندر اطلاع کرتا ہوں کہ مُلاقاتی آ چکے ہیں۔" اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"شکریہ شرکو۔" دُوسرے نے کہا اور ہماری طرف مُڑا۔ شرکو اس وقت تک کتنے ہی قدم کا فاصلہ طے کر چکا تھا۔

"تشریف لائیے جناب۔"

اس نے ہمیں ایک کشادہ کمرے میں بٹھایا۔ کمرے میں قیمتی ترین قالین بچھا ہوا تھا۔ اس میں ہمارے پَیر دھنس گئے۔ صُوفے بھی بہُت گداز تھے۔ بیٹھتے وقت ہمیں یُوں لگا جیسے ہم ان میں ڈوبتے جا رہے ہوں۔

ٹھیک پانچ منٹ بعد ہم نے دُور کہیں ایک چیخ کی آواز سُنی۔ چونکہ آواز دُور کی تھی۔ اس لیے بہت مدھم سُنائی دی تھی۔ لیکن ہم نے فوراً محسوس کر لیا کہ چیخ شرکو کی تھی۔ اور پھر دوڑتے قدموں کی آواز سُنائی دی۔

شیشوں والے دروازے میں سے ہم نے دیکھا۔ شرکو بے تحاشہ دوڑتا آ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر خوف کا ایک عالم تھا۔ اور پھر وُہ ارکو کے پَیروں کے پاس آ کر دھڑام سے گرا۔ اس کا سینہ لوہار کی دھونکنی کی طرح

پھول اور پچک رہا تھا۔

○

"کک۔ کیا بات ہے شرکو؟" ارکو گھبرا گیا۔

"وُہ۔ وُہ۔ صاحب۔ گئے۔"

"صاحب گئے۔ کہاں گئے۔ اور اگر وُہ کہیں چلے ہی گئے ہیں تو اس میں اتنا گھبرانے۔ مم۔ مگر۔ نہیں۔ وُہ جا کہاں سکتے ہیں۔ کہیں جانے کا راستا تو یہی ہے۔ اگر جاتے تو ہمارے سامنے سے جاتے۔ شرکو، تم کیا کہنا چاہتے ہو۔" اس نے اسے گھورا۔

"صاحب دُوسری دُنیا کو سدھار چکے ہیں۔"

"یہ۔ یہ کیا بکواس ہے۔"

"یہ بکواس نہیں ہے ارکو۔ میں نے جا کر ان کے کمرے کا دروازہ کھولا۔ اندر داخل ہوا اور ان کے چہرے پر سے لحاف ہٹایا۔ بس میری تو سٹی گم ہو گئی۔ اُف۔ ان کا چہرہ کس قدر خوف ناک لگ رہا تھا۔ ان کی زبان باہر نکل آئی تھی اور دانتوں تلے کچلی جا چکی تھی۔ کسی نے ان کا گلا گھونٹ دیا ہے۔"

"ارے نہیں بھئی۔ تم نے ضرور جاگتے میں کوئی خواب دیکھا ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں۔ میں نے کوئی خواب نہیں دیکھا۔ چلو۔ تم بھی چل کر دیکھ لو۔"

"آؤ۔"

"ایک منٹ جناب شرکو ارکو۔" میں نے جلدی سے کہا۔

وہ اس طرح مُڑے۔ جیسے پہلی بار ہماری موجودگی کا احساس ہوا ہو۔

"اوہ آپ۔ آپ کو تو ہم بھول ہی گئے۔"

"کک۔ کوئی بات نہیں۔ لوگ ہمیں بھول ہی جایا کرتے ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ چلتے ہیں۔"

"لیکن آپ تو زندہ صاحب سے ملنے آئے تھے۔ نہ کہ مُردہ سے۔"

"ہم۔ ہم دیکھ تو لیں۔ انھیں ہوا کیا ہے۔ دراصل ہم ایسے معاملات کے ماہر ہیں اور شاید کسی ایسے ہی خطرے کے پیشِ نظر انھوں نے ہمیں بُلایا تھا۔"

"پتا نہیں۔ انھوں نے کیوں بُلایا تھا۔ خیر آپ لوگ بھی آ جائیں۔"

ہم تیز تیز قدم اُٹھاتے اندر کی طرف بڑھے۔ پُورے محل پر موت کا سناٹا طاری تھا:

"کیا اس محل میں صرف اور صرف سرچھوکا رہتے ہیں؟" میں نے حیران ہو کر کہا۔

"نہیں تو۔ یہ کس نے کہ دیا آپ سے؟"

"میرا مطلب ہے۔ اندر کسی کی ذرا سی بھی آواز سُنائی نہیں دی۔"

"دس بجے سے پہلے یہاں اُٹھتا ہی کون ہے۔ باورچی تک نو بجے اُٹھتا ہے۔ اور ابھی اپنے کوارٹر میں انگڑائیاں لے رہا ہوگا۔ گیارہ بجے کے قریب سب لوگ ناشتا کرتے ہیں۔"

"اور۔ اور دوپہر کا کھانا؟"

"وہ شام کو کھایا جاتا ہے۔" ارکو بولا۔

"را۔ رات کا۔" آفتاب نے گھبرا کر پُوچھا۔

"رات کا۔ رات کے گیارہ بجے۔ پھر اس کے بعد چائے اور کافی کے دَور چلتے ہیں۔ اور رات کے دو بجے کے قریب سونے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ان حالات میں یہاں دس بجے سے پہلے کون اُٹھنے لگا۔"

"اوہ۔ اور نماز۔"

"نماز - کیا کہ رہے ہیں جناب" شرکو حیران ہو کر بولا۔

"کیا آپ نہیں جانتے - مسلمان اللہ کی جو عبادت دن میں پانچ مرتبہ کرتے ہیں - اس کو نماز کہتے ہیں۔"

"نہیں - یہاں کوئی نہیں جانتا - بھولے سے بھی یہاں اللہ کا نام نہیں لیا جاتا۔"

"اوہ - یہ جان کر بہت دکھ ہوا۔"

"ہوا ہوگا آپ کو۔" شرکو نے منہ بنا کر کہا۔

اسی وقت وہ کمرے کے سامنے پہنچ گئے - دروازے پر سونے کی تاروں کا کام کیا گیا تھا - اس کو دھکیل کر وہ اندر داخل ہوا - بستر پر کوئی لیٹا ہوا تھا - شرکو شاید واپس پلٹتے وقت لحاف پھر منہ پر گرا گیا تھا -

ارکو نے کانپتے ہاتھوں سے لحاف اٹھایا - ہم چاروں زور سے لڑکھڑاتے اور قالین پر گرے - لاش اس شخص کی تھی، جو ہم سے صبح سویرے ملنے آیا تھا اور جس نے ہمیں جنگل میں لے جا کر دس لاکھ روپے معاوضہ ادا کیا تھا -

ہماری حیرت کا کیا پوچھنا - ادھر ارکو نے ایک تیز چیخ چھوڑی -

"یہ - یہ کیا ہوا؟" اس کے منہ سے نکلا۔

"قتل - کسی نے ان کا گلا گھونٹ دیا۔" شرکو بولا۔

ہم گرتے پڑتے اٹھے اور ہمت کر کے اس کے چہرے کی طرف دیکھا - اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ مر چکے تھے، لیکن مشکل یہ تھی کہ ہم تو انہیں ابھی چند منٹ پہلے زندہ سلامت حالت میں باہر چھوڑ آئے تھے -

"اب - اب ہم کیا کریں ارکو؟" شرکو نے روتے ہوئے کہا۔

"کرنا کیا ہے - سب گھر والوں کو جگا دیا جائے - اور پولیس کو فون کر دیا جائے - پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے - لاش بالکل اکڑ گئی ہے - شاید انہیں رات تین بجے کے قریب موت کے گھاٹ اتارا گیا ہے۔" میں نے جلدی جلدی کہا۔

شرکو اور ارکو نے میری بات توجہ سے سنی اور پھر ارکو نے کہا:

"ہاں! اب یہی کرنا ہوگا - شرکو - تم پولیس کو فون کرو۔ میں سب کو جگاتا ہوں۔"

"ٹھ ٹھ - ٹھیک ہے۔"

شرکو وہیں رکھے فون کی طرف بڑھا، میں فوراً چلا اٹھا:

"نہیں! خبردار۔"

"نہیں - خبردار - کیا مطلب؟" شرکو چونک کر میری طرف مڑا، ارکو بھی جاتے جاتے رک گیا -

"اس فون کو ہاتھ نہ لگائیے۔ ہو سکتا ہے۔ قاتل نے
اس کو چھوا ہو اور اس پر اس کی اُنگلیوں کے نشانات
رہ گئے ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ میں برامدے والے سیٹ سے فون
کر دیتا ہوں۔" شرکو نے مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھتے ہوئے
کہا۔

دونوں چلے گئے۔ ہم پوری احتیاط سے سرچھوکا کی
لاش کو دیکھنے لگے۔ اسی وقت شرکو اندر داخل ہوا:

"انسپکٹر صاحب بہت جلد یہاں پہنچ جائیں گے۔ ارے
ہاں۔ آپ لوگ کس سلسلے میں آئے تھے؟"

"انھوں نے ہمیں ہدایت کی تھی کہ ملاقات کے لیے
آئیں۔" میں نے گول مول انداز میں کہا۔

"انھوں نے ہدایت کی تھی۔" شرکو کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں کیوں۔ کیا وہ ایسی کوئی ہدایت نہیں کر سکتے۔"

"ضرور کر سکتے ہیں۔ مالک ہیں آخر وہ۔" شرکو نے کہا۔

اُدھر محل کے دوسرے حصّوں سے دروازے دھڑدھڑانے
کی مسلسل آوازیں ہمارے کانوں میں آ رہی تھیں ۔ اس
دوران ہم جلدی جلدی کمرے اور لاش کا جائزہ لے رہے
تھے۔ قالین سُرخ رنگ کا تھا۔ اچانک مجھے محسوس ہوا۔

اس میں کوئی سُرخ رنگ کی چیز چمک رہی تھی۔ میں تیزی
سے اس طرف بڑھا، اور جھک کر قالین کے روئیں کو ہاتھ
سے ٹٹولا۔ میری ہتھیلی سے کوئی سخت چیز مس ہوئی۔
اُٹھا کر دیکھا۔ وہ ایک سُرخ رنگ کا یاقوت تھا۔ شرکو
اس وقت میری طرف متوجہ نہیں تھا۔ پھٹی پھٹی آنکھوں
سے لاش کی طرف دیکھ رہا تھا۔ میں نے یاقوت جیب
میں ڈال لیا۔

"رات کے وقت کیا ان کا دروازہ کھلا رہتا ہے؟" ایسے میں
آفتاب نے شرکو سے پوچھا۔

"نہیں۔ وہ دروازے کو بند کر دیتے ہیں، لیکن ایک چابی
ہمارے پاس بھی ہے۔ تاکہ ہم صبح خود ہی دروازہ کھول
کر انھیں جگا دیں۔ اور اسی کمرے کی نہیں۔ ہمارے پاس
تو ہر کمرے کی چابی ہے۔ ان چابیوں سے دروازے اندر
سے بند بھی کیے جا سکتے ہیں اور کھولے بھی جا سکتے ہیں،
اسی طرح باہر سے بند بھی کیے جا سکتے ہیں اور کھولے بھی
جا سکتے ہیں۔ گویا ان سب کے پاس بھی ایک ایک چابی
موجود ہے۔"

عین اسی وقت دوڑتے قدموں کی آواز سُنائی دی ۔
اور پھر ایک سُرخ و سفید رنگ کی سڈول جسم والی عورت

بدحواسی کے عالم میں اندر داخل ہوئی۔

"کیا ہوا جمّی کو۔ نہیں نہیں۔ یہ غلط ہے۔ جھوٹ ہے۔ جمّی نہیں مر سکتا۔ وہ تو رات بھلا چنگا تھا۔" یہ کہتے ہوئے وہ مسہری تک پہنچ گئی۔ اور پھر لاش کے چہرے پر نظر پڑتے ہی اس کے منہ سے ایک دل دوز چیخ نکلی۔ دُوسرے ہی لمحے وہ قالین پر گری اور بے ہوش ہو گئی۔

مَوت کا وقت

شرکو اور ارکو بیگم صاحبہ کہتے ہوئے اس کی طرف دوڑے۔ اتنے میں کئی دوڑتے قدموں کی آوازیں سُنائی دیں۔ اور پھر چار نوجوان، ایک ادھیڑ عمر آدمی اور ایک بیس بائیس سال کی لڑکی اندر داخل ہوئے۔ لڑکی کے گلے میں ایک ہار تھا سُرخ یاقوتوں کا ہار۔ لیکن اس کا سب سے بڑا یاقوت ہار میں سے غائب تھا۔ لاش کو دیکھتے ہی انھوں نے چیخنا چلّانا شروع کر دیا۔ ہم گھبرا گئے۔ میں نے بلند آواز میں کہا:

"یہ۔ یہ غلط ہے۔"

یک دم کمرے میں سناٹا چھا گیا۔ یُوں لگا جیسے وہ رونا بھول گئے ہوں۔

"کیا غلط ہے؟" ادھیڑ عمر آدمی نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ رونا دھونا۔ چیخنا چلّانا۔ ہمارے مذہب نے بلند آواز

سے رونے سے منع کیا ہے۔"

"کیا کر رہے ہیں آپ۔ آپ ہیں کون۔ ارکو شرکو۔ انھیں باہر نکال دو۔" ادھیڑ عمر آدمی نے چلّا کر کہا اور پھر سے چیخنا چلّانا شروع کر دیا۔ دُوسروں نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

ان کی چیخ و پُکار بیگم صاحبہ کو ہوش میں لے آئی۔ وُہ بھی اُٹھیں اور ان کے سُر سے سُر ملا کر رونے لگیں۔ لیکن ایک بات جو ہم نے محسوس کی وُہ یہ کہ اتنی چیخم دھاڑ کے باوجود سوائے لڑکی کے اور کسی کی آنکھ میں آنسو تھے نہ چہرے پر غم کے سائے۔ ابھی ہم اس پر حیران ہی ہو رہے تھے کہ ارکو اور شرکو ہماری طرف مُڑے۔

"آپ باہر چلیے جناب۔"

"ہمیں ڈر ہے۔ کہیں قتل کی کوئی اہم شہادت ضائع نہ کر دی جائے۔" میں نے کہا۔

"آپ نے لاوا صاحب کا حُکم نہیں سُنا۔" شرکو نے منہ بنا کر کہا۔

"آپ کا مطلب ہے۔ ان صاحب کا۔" مَیں نے ادھیڑ عُمر آدمی کی طرف اشارہ کیا۔

"ہاں! یہ بیگم صاحبہ کے بھائی ہیں۔"

"اوہ اچھا۔ لیکن ہم نے کیا قصور کیا ہے۔ ہم تو آپ

کی مدد کرنا چاہتے ہیں اور پھر ہم بن بلائے یہاں نہیں آئے۔ سرچھوکا نے ہی ہم سے رابطہ قائم کیا تھا۔"

"کیا بکواس ہے۔ سرچھوکا اور تم سے رابطہ قائم کریں گے۔ بھلا کیوں؟"

"یہ تو ہمیں نہیں معلوم جناب کہ کیوں۔ یہ تو وُہی بتا سکتے ہیں۔" آفتاب نے منہ بنا کر کہا۔

"اب بے چارے کیا بتائیں گے۔ یہ بتانے کے قابل رہے کہاں ہیں۔"

"آپ لوگوں کی اطلاع کے لیے عرض کر دیں۔ ہم پرائیویٹ جاسوس ہیں۔" میں نے یہ سوچ کر کہا کہ شاید اس طرح ہی وُہ لوگ ہمیں نکالنے سے رُک جائیں۔

"پرائیویٹ جاسوس۔ کیا مطلب؟" کئی آوازیں اُبھریں۔

"پرائیویٹ جاسوس کا مطلب تو پرائیویٹ جاسوس ہی ہوتا ہے۔" آفتاب نے جل کر کہا۔

"آپ کا یہاں کیا کام۔"

"کہ تو چکے ہیں۔ سرچھوکا صاحب نے یہاں آنے کی ہدایت کی تھی۔"

"پتا نہیں۔ انھوں نے کیوں ایسا کیا۔" لاوا صاحب بڑبڑائے۔

"شاید انھیں احساس ہو گیا تھا کہ انھیں کوئی قتل کرنے

والا ہے۔ اس لیے انھوں نے ہماری خدمات حاصل کرنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن افسوس۔ وہ تو پہلے ہی ہلاک کر دیے گئے ــــ اور ہم ان کے کچھ کام نہ آ سکے۔ لیکن خیر۔ اب ہم ان کے قاتل کو تلاش کر کے ان کے کام آئیں گے۔"

"آپ۔ آپ تلاش کریں گے قاتل کو۔ کیوں پولیس کس مرض کی دوا ہے۔"

"پولیس اپنے طور پر کوشش کرے گی۔ ہم اپنے طور پر۔ دیکھتے ہیں۔ پہلے کون قاتل تک پہنچتا ہے۔ ویسے میرا خیال ہے۔ قاتل۔۔۔"

میرے الفاظ درمیان میں رہ گئے۔ اسی وقت دروازے کی گھنٹی بجی تھی اور پھر مسلسل بجتی چلی گئی۔

"شاید پولیس آگئی۔" ارکو نے کہا اور باہر کی طرف دوڑ گیا۔

"آپ کیا کہنے جا رہے تھے۔"

"یہ کہ قاتل ضرور۔۔۔"

"بس بس۔ رہنے دیں۔ آپ کو کوئی خیال پیش کرنے کا حق نہیں ہے۔ یہ پولیس کا کام ہے۔ آپ تشریف لے جا سکتے ہیں۔" ایک نوجوان نے کہا۔

"آخر ان کی بات کیوں نہ مان لی جائے۔" نوجوان لڑکی

نے اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"کیا بات۔ یہ کہ یہ اس قتل کی تفتیش کریں گے۔ ان کا منہ تو دیکھ لیں۔ اڑھائی تو بج رہے ہیں۔ یہ بے چارے کیا جانیں تفتیش کا بھاؤ۔" دوسرا نوجوان بولا۔

"اور کیا۔ ان کی ہمیں کیا ضرورت ہے۔ پولیس خود ہی تفتیش کرے گی۔" دوسرا نوجوان بولا۔

"اگر آپ سب کا خیال یہی ہے۔ تو ہم چلے جاتے ہیں۔" میں نے بھنا کر کہا۔

اسی وقت بھاری قدموں کی آواز سنائی دی، پھر پولیس اندر داخل ہوئی۔ دوسرے ہی لمحے ہم نے انکل جلالی نور کی حیرت زدہ آواز سنی:

"ہائیں! تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"وہ۔ وہ۔ ہم۔ یعنی کہ ہم۔" میں بری طرح ہکلانے لگا۔ ایک فیصد بھی امید نہیں تھی کہ یہ علاقہ بھی جلالی نور کا ہوگا۔

"ہاں تم۔" جلالی نور نے آنکھیں نکالیں۔

"انسپکٹر صاحب۔ آپ ان لوگوں کو جانتے ہیں۔" لاوا صاحب نے حیران ہو کر کہا۔

"میں اور انھیں نہ جانوں گا۔ میں تو ان کے فرشتوں کو

بھی جانتا ہوں۔"

"فرشتوں کو تو خیر آپ نہیں جانتے انکل نلالی جور۔" آفتاب نے منہ بنا کر کہا۔

"جلالی نُور۔" وُہ غرّائے۔

"اوہ ہاں۔ جلالی نور۔" آفتاب بولا۔

"جلالی نُور۔" وُہ چلاّئے۔

"مم۔ معاف کیجیے گا۔ آپ کو ایسا نام رکھنے کی آخر ضرورت ہی کیا تھی۔" اشفاق نے منہ بنایا۔

"دماغ تو نہیں چل گیا۔ یہ نام ماں باپ کا رکھا ہوا ہے۔"

"اوہ! تب تو ٹھیک ہے۔"

"کیا ٹھیک ہے؟" انھوں نے آنکھیں نکالیں۔

"یہ کہ۔ یہ نام بہت اچھا ہے اور مناسب ہے۔" میں نے گھبرا کر کہا۔

"آخر تم یہاں کیوں نظر آ رہے ہو، پہلے تو یہ بتاؤ۔"

"ہمیں سرپھوکا نے مُلاقات کے لیے کہا تھا۔"

"ارے میاں جاؤ۔ سرپھوکا اور تم سے مُلاقات کریں گے، وُہ تو تم جیسوں کو گھاس بھی نہیں ڈالنے والے۔"

"اب ہم آپ لوگوں کو کس طرح یقین دلائیں۔ انھیں

تو قتل کر دیا گیا ہے۔ اگر وُہ زندہ ہوتے تو آپ کو بتاتے۔" میں نے جل کر کہا۔

"خیر۔ اب تو وُہ زندہ نہیں ہیں، اس لیے تم سے کوئی کام نہیں لے سکتے۔ لہٰذا تم جا سکتے ہو۔ ہاں اگر گھر کا کوئی فرد تم لوگوں کو روکنا چاہے اور اس سلسلے میں کام لینا چاہے۔ تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔" جلالی نور نے جلدی جلدی کہا۔

"ان سے ہم کیوں کوئی کام لیں گے۔ یہ جا سکتے ہیں۔" بیگم سرپھوکا بولیں۔

"ہاں بالکل!" سب نے ایک آواز ہو کر کہا۔

"آؤ بھئی چلیں۔ یہ تو سب ہمیں یہاں سے نکالنے پر تُل گئے ہیں، لیکن چلتے چلتے ہم ایک بات ضرور کہیں گے۔" میں نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"ضرور کہیے۔" سرپھوکا کی بیٹی بولیں۔

"انھیں خطرہ محسوس ہو چکا تھا کہ کوئی انھیں قتل کرنے والا ہے۔ اور شاید اسی لیے انھوں نے ہمیں یہاں آنے کے لیے کہا تھا۔ اب آپ لوگ ہمیں یہاں سے رخصت کر رہے ہیں۔ اور ہم جا رہے ہیں، لیکن اگر قاتل کا پتا نہ چل سکے تو ہماری خدمات ضرور حاصل کر لیجیے گا۔" میں نے

جلدی جلدی کہا۔

"تم جاتے ہو یا بتاؤں راستا۔" جلالی نور غرائے۔

"جج۔ جا رہے ہیں جناب۔ جا رہے ہیں۔ ناراض کیوں ہوتے ہیں۔"

"ناراض ہوتا ہے۔ میرا جوتا۔" جلالی نور بولے۔

ہم دروازے کی طرف مُڑے ہی تھے کہ اچانک سرچھوکا کی بیٹی بول پڑیں:

"نہیں۔ آپ لوگ نہیں جائیں گے۔ ڈیڈی نے اگر آپ لوگوں کی خدمات حاصل کرنے کا فیصلہ کیا تھا تو اب یہ خدمات میں حاصل کروں گی۔"

"دماغ تو نہیں چل گیا شعلہ۔" اس کی ماں نے کہا۔

"اس میں دماغ چلنے کی کیا بات ہے۔ یہ میرا اور ان کا معاملہ ہے۔ آپ لوگوں کا نہیں۔"

"ہاں! یہ ٹھیک ہے۔ جانے دو بہن۔ تمھیں کیوں اعتراض ہے۔" لاوا نے کہا۔

"میری بلا سے۔ مجھے کیا۔" بیگم سرچھوکا نے کندھے اُچکائے۔

"اس کا مطلب ہے۔ ہم اب یہاں رُک سکتے ہیں۔" میں مُسکرا دیا۔

"ہاں کیوں نہیں۔ لیکن کسی معاملے میں اپنی ٹانگ نہ اڑانا۔ ورنہ تھانے گھسیٹ لے جاؤں گا۔"

"یہ تو آپ کا دن رات کا کام ہے۔" اخلاق نے منہ بنا کر کہا۔

"اور یہ تم نے بیگ کیسا پکڑ رکھا ہے۔" جلالی نور بولے۔

"بیگ۔ کون سا بیگ۔ کیسا بیگ۔" میں نے گھبرا کر کہا۔

"اس بیگ کی بات کر رہا ہوں۔ جو تمھارے ہاتھوں میں ہے۔"

"اوہ۔ یہ بیگ۔ بس یہ تو عام سا بیگ ہے۔"

"نہیں انسپکٹر صاحب۔ یہ عام سا بیگ نہیں ہے۔ یہ تو میرے شوہر کا بیگ ہے۔" بیگم سرچھوکا تڑ سے بولیں اور ہم دھک سے رہ گئے۔

"بہت خوب۔ تو یہ آپ کے شوہر کا بیگ ہے۔ آپ اس کو اچھی طرح پہچانتی ہیں۔"

"ہاں۔ کیوں نہیں۔ اژدھے کی کھال کا بنا ہوا تو ان کے پاس بس یہ ایک ہی بیگ تھا۔ اور یہ بہت قیمتی بیگ ہے۔"

"شوکی۔ یہ تمھارے ہاتھ میں کیسے آیا؟"

میری اور ان تینوں کی سٹی گم ہو گئی۔ ہم نے سوچا

بھی نہیں تھا کہ بیگ ، ہمارے لیے ایک مسئلہ بن جائے گا – چند سیکنڈ تک ہم سے کوئی جواب نہ بن پڑا ، اسی وقت جلالی نور غرّائے –

" شوکی – میں نے پوچھا ہے – یہ بیگ تمھارے پاس کہاں سے آیا ؟"

" یہ ہمیں سرچھوکا نے دیا ہے۔" آخر مَیں نے کہا۔

" کیا کہا – یہ بیگ تم کو سرچھوکا نے دیا تھا۔" انسپکٹر جلالی نور چلّائے –

" جی ہاں ! حقیقت یہی ہے۔"

" لیکن یہ انھوں نے تمھیں کب دیا۔"

ایک بار پھر ہم سناٹے میں آ گئے۔ اب اس سوال کا کیا جواب دیں – اچانک مجھے ایک خیال آیا – اور مَیں نے فیصلہ کیا – سچ بولنا چاہیے ، کیوں کہ سانچ کو آنچ نہیں – سچ بولنے سے ہو سکتا ہے ، وقتی طور پر پریشانی ہو ، لیکن – آخر کو سچ کی جیت ضرور ہوتی ہے – اس خیال کے آتے ہی میں نے کہا :

" یہ انھوں نے ہمیں آج ساڑھے آٹھ بجے دیا۔"

" مسٹر شوکی کے یہ الفاظ نوٹ کر لو بھئی۔" جلالی نور نے اپنے ماتحت سے کہا۔

" او کے سر۔" اس نے فوراً کہا۔

" اور اس بیان پر اس کے دستخط بھی لے لو۔"

سب انسپکٹر نے ایسا ہی کیا – میں نے دستخط دے دیے – اور کیا کرتا :

" شوکی – بیگ کو کھول کر دکھا دو۔"

" میں کہہ چکا ہوں – یہ بیگ ، ہمیں سرچھوکا نے دیا ہے ، ان حالات میں آپ کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اس کو کھلوا کر دیکھیں۔"

" حق اس لیے ہے کہ اس وقت سرچھوکا زندہ نہیں ہیں – یعنی تمھاری بات کی تصدیق نہیں کر سکتے – اگر وہ زندہ ہوتے اور تصدیق کر دیتے تو ہم ہرگز بیگ نہ کھلواتے ، لیکن ان حالات میں کہ تم اس محل میں موجود ہو – اور محل میں سرچھوکا کی لاش بھی موجود ہے – ہم تمھارے بیان پر کس طرح یقین کر سکتے ہیں۔"

" بہت بہتر – میں اسے کھول دیتا ہوں – آپ دیکھ لیں۔" یہ کہہ کر میں نے بیگ کا تالا کھولا – اور اس کی زپ کھینچ دی – بیگ ہزار روپے کے نوٹوں کے پیکٹوں سے لبریز تھا –

" اُف مالک – اتنی دولت – یہ کہاں سے ماری شوکی۔" جلالی

نور کانپ اُٹھے۔

ہمارے سر گھوم گئے۔ انکل جلالی نور کے اس سوال کا جواب ہمارے پاس نہیں تھا۔

○

چند سیکنڈ سکتے کے عالم میں گزر گئے۔ آخر انسپکٹر جلالی نور کی آواز پھر گونجی:

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا شوکی۔"

"یہ رقم بھی ہمیں مسٹر سرپھوکا نے دی ہے۔"

"کس وقت؟" اس نے فوراً پُوچھا۔

"آج ۔ ساڑھے آٹھ بجے کے قریب۔" میں نے کہا۔

"ہوں ۔ میرا خیال ہے شوکی۔ اس مرتبہ تم چاروں بُری طرح پھنس گئے ہو۔" وہ مسکرائے۔

"اچھی طرح ہم پھنستے ہی کب ہیں۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

عین اُسی وقت ماہرین کی ایک ٹیم اندر داخل ہوئی، ان میں ایک ڈاکٹر بھی تھا۔

"ڈاکٹر صاحب ۔ سب سے پہلے آپ لاش کو دیکھ لیں۔ میں یہ جاننے کے لیے بے چین ہوں ۔ کہ یہ قتل کس وقت ہوا۔"

"میں چند منٹ تک اپنا اندازہ بتائے دیتا ہوں ۔ صحیح ترین رپورٹ تو پوسٹ مارٹم کے بعد ہی دی جا سکے گی۔"

"شکریہ۔" جلالی نور بولے اور ہماری طرف مُڑے:

"تم لوگوں سے سرپھوکا کی مُلاقات کب ہوئی تھی؟"

"آج صبح سات بجے کے قریب۔" میں نے کہا۔

"تو کیا یہ ملاقات قریباً ڈیڑھ گھنٹے تک جاری رہی؟" جلالی نور نے مذاق اڑانے والے لہجے میں کہا۔

"ہاں ۔ قریباً پونے دو گھنٹے تک جاری رہی۔" آفتاب نے جل کر کہا۔

"تم خاموش رہو گے آفتاب۔" میں نے اسے گھورا۔

"جج ۔ جی بہتر۔" وہ بولا۔

"تو یہ مُلاقات دو گھنٹے تک جاری رہی ۔ خیر۔ یہ مُلاقات ہوئی کہاں؟" انھوں نے پُوچھا۔

"وہ ہمارے دفتر تشریف لائے تھے ۔ ہم سکول جانے کی تیاری کر رہے تھے کہ دفتر والے دروازے کی گھنٹی بجی اور ہمیں دفتر میں داخل ہونا پڑا ۔ ہم نے دروازہ کھولا تو جس شخص سے ہمارا سامنا ہوا، انھوں نے اپنا نام سرپھوکا بتایا۔"

"اور وہ یہی تھے ۔ جو اس وقت تم لوگوں کے سامنے مُردہ حالت میں مُوجود ہیں۔"

"مَیں نہیں کر سکتا۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب۔ یہ کیا بات ہوئی۔"

"ان کی شکل صورت اور ان صاحب کی شکل صورت آپس میں بالکل ملتی جلتی تھی۔" میں نے سوچ کر جواب دیا۔

"اچھا خیر۔ پھر۔ وہ کیا چاہتے تھے تم سے؟"

ایک بار پھر میرا سر گھوم گیا۔ اب اگر میں انھیں اصل بات بتاتا تو سب لوگ ہمیں پاگل خیال کرتے۔ لہٰذا میں نے کہا:

"شاید انھیں خطرے کا احساس ہو گیا تھا۔ جو ان کے سر پر منڈلا رہا تھا۔ اس سلسلے میں وہ ہماری مدد چاہتے تھے۔" میرا یہ جواب گول مول تھا، لیکن جلالی نور بھانپ نہ سکے۔

"اور یہ معاوضہ انھوں نے تمھیں وہیں دیا؟"

"جی نہیں۔ اگر وہیں دیا ہوتا تو ہم اسے اپنے گھر رکھ کر آتے۔ یہ انھوں نے ہمیں راستے میں دیا تھا۔"

"ہُوں! یہ کتنے پیسے ہیں؟"

"دس لاکھ۔"

"اُف۔ ایک کیس کو حل کرنے کا معاوضہ دس لاکھ۔ تم ہوش میں تو ہو شوکی۔"

"یہ پیش کش ان کی تھی۔ ہماری یہ جرأت کہاں۔ کہ اتنی بڑی رقم مانگیں۔"

"بات پلّے نہیں پڑ رہی شوکی۔"

"اس میں ہمارا کیا قصور جناب۔" آفتاب نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

عین اُسی وقت ڈاکٹر کی آواز ہمارے کانوں سے ٹکرائی:

"ان کی موت رات دو یا تین بجے کے دوران ہوئی ہے۔"

"کیا!!" جلالی نور چلا اُٹھے۔

سامنے کی بات

ان سب کی نظریں ہم چاروں پر اس طرح چپک گئیں جیسے اب کبھی نہ ہٹ سکیں گی۔ میں نے گھبرا کر کہا:

"خیر تو ہے، آپ ہمیں اس طرح گھور گھور کر کیوں دیکھ رہے ہیں؟"

"شوکی۔ تم بھول گئے کہ کیا بیان دے چکے ہو۔" جلالی نور طنزیہ لہجے میں بولے۔

"کیا بھول گئے ہیں؟"

"ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے کہ سرپھوکا کا قتل رات دو تین بجے کے دوران ہوا اور تمھارا کہنا ہے کہ وہ صبح سات بجے کے قریب تمھارے دفتر آئے، تم سے انھوں نے ملاقات کی اور پھر ساڑھے آٹھ بجے انھوں نے یہ رقم تمھیں دی۔"

"ہاں! بلکہ یہ بیگ بھی ہمیں انھوں نے ہی دیا تھا رقم رکھنے کے لیے۔" میں نے بھنّا کر کہا۔

"تم جانتے ہو شوکی۔ کیا کہ رہے ہو۔" جلالی نور نے آنکھیں نکالیں۔

"کیوں نہیں جانتا۔ میں اس وقت پوری طرح ہوش میں ہوں۔"

"ایک شخص جو رات دو بجے کے قریب مر چکا تھا۔ وہ صبح تم سے ملاقات کس طرح کر سکتا تھا۔"

"پتا نہیں۔ بہرحال انھوں نے ملاقات کی تھی۔" میں نے پُرسکون آواز میں کہا۔

"شوکی۔ مجھے افسوس ہے۔ تم کوئی بات بتا نہیں پا رہے، میں اس قتل کے الزام میں تم چاروں کو گرفتار کر رہا ہوں، تم نے ان دس لاکھ کے لیے انھیں قتل کیا ہے۔"

"اور آپ ثبوت کیا پیش کریں گے۔ ہم میں سے کس نے ان کا گلا گھونٹا ہو گا۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"کسی ایک نے۔ باقی تین نے ان کے ہاتھ اور پیر پکڑے ہوں گے۔"

"واہ۔ بہت خوب۔ تب تو ہم چاروں کے ہاتھوں اور پیروں کے نشانات یہاں آس پاس۔ مسہری پر۔ ادھر ادھر موجود ہونے چاہییں۔"

"وہ تم نے صاف کر دیے ہوں گے۔ تم اتنے بے وقوف

تو نہیں۔ دن رات ایسے ہی کیس حل کرتے رہتے ہو۔"

"پتا نہیں۔ آپ کیا کہ رہے ہیں۔ شاید آپ نے میرا بیان غور سے نہیں سُنا۔" میں نے منہ بنا کر کہا۔

"غور سے نہیں سُنا۔ میرا خیال ہے۔ اس کمرے میں جتنے لوگ ہیں، سبھی نے غور سے سُنا ہوگا۔"

"بالکل بالکل۔" لاوا صاحب جلدی جلدی بولے۔

"میں ایک بار پھر اپنا بیان دہراتا ہوں۔ غور سے سُن لیں۔ آج صبح سات بجے ایک صاحب ہمارے دفتر آئے۔ ہم اس وقت سکول جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ ہم نے دفتر میں آکر ان سے مُلاقات کی، انھوں نے اپنا نام سرچھوکا بتایا۔ ہم نے سرچھوکا کا نام اکثر سُنا تھا، لیکن ان سے مُلاقات پہلی بار ہو رہی تھی۔ اب ہمیں نہیں معلوم۔ وہ واقعی سرچھوکا تھے یا نہیں۔ عین ممکن ہے۔ کوئی شخص ہمارے دفتر میں سرچھوکا کے میک اَپ میں آگیا ہو۔" میں نے جلدی جلدی کہا۔

"یہ۔ یہ تم کیا کہ گئے؟" انکل جلالی نور نے گھبرا کر کہا۔

"میں نے کوئی انوکھی بات نہیں کی۔ ہمیں اس معاملے میں پھنسانے کی کوشش کی گئی ہے۔ وہ شخص ضرور کوئی دھوکے باز تھا۔ ہمیں قتل کے اس مقدمے میں پھنسانا چاہتا

تھا۔ اس نے ہم سے مُلاقات کی۔ یہ بڑی رقم پیش کی اور یہاں بھیج دیا۔ خود باہر ہی کھڑا رہ گیا۔ صاف ظاہر ہے۔ جوں ہی ہم اندر داخل ہوئے ہوں گے۔ وہ غائب ہو گیا ہوگا۔ یہ بات تو ہمیں اب معلوم ہوئی کہ وہ کوئی فراڈ تھا۔" یہاں تک کہ کر میں خاموش ہوگیا۔

"لیکن شوکی۔ تمھارے پاس اپنی اس بات کا ثبوت کیا ہے؟" انکل جلالی نور نے جل کر کہا۔

"آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ ہم کون ہیں۔ اور کیا کرتے ہیں۔ ان حالات میں ہم نے بھلا ثبوت کیوں نہ حاصل کیا ہوگا۔ ہم نے ان کی دفتر میں بیٹھے ہوئے خود کار کیمرے کے ذریعے تصویریں لے لی تھیں۔ یعنی ان تصاویر میں ہم بھی ان کے ساتھ ہوں گے۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔ وہ تصاویر تو کئی دن پہلے کی بھی ہو سکتی ہیں۔" انسپکٹر جلالی نور نے منہ بنایا۔

"کیسی باتیں کرتے ہیں انکل جلالی نور صاحب۔" آفتاب نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"کیوں۔ کیا بات ہے؟"

"ان تصاویر میں آتش دان پر رکھی گھڑی بھی آئی ہو گی اور اس گھڑی میں وقت اور تاریخ بھی موجود ہے۔"

"یہ کام کر ڈالنا کچھ مشکل نہیں۔ آتش دان کی گھڑی پر آج کی تاریخ اور وقت دکھایا جا سکتا ہے۔" انھوں نے کہا۔

"لیکن کس لیے۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ یہاں کیا ہونے والا تھا۔"

"تمھیں خوب معلوم تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔ تم تو انھیں قتل کرنے والے تھے۔ تم نے تو اس کے لیے باقاعدہ منصوبہ بنایا تھا۔"

"اُف۔ آپ تو ہمیں ہر طرح قاتل ثابت کر دینے پر تُل گئے ہیں۔ دماغ تو نہیں چل گیا آپ کا۔" میں نے سوچے سمجھے بغیر غصّے میں آ کر کہہ دیا۔

"کیا کہا۔ تم کہہ رہے ہو، دماغ تو نہیں چل گیا۔" انھوں نے آنکھیں نکالیں۔

"غلطی سے نکل گئی یہ بات۔ آپ کچھ خیال نہ کریں۔ میرا خیال ہے۔ اب ہمیں دوسرا ثبوت بھی پیش کرنا ہی پڑے گا۔"

"دد۔ دوسرا ثبوت۔ کیا مطلب؟" انکل جلالی نور زور سے چونکے۔

"ہاں! ہمارے پاس ایک اور ثبوت بھی ہے۔ اپنی بات کو سچ ثابت کرنے کے لیے۔ لیکن وہ ثبوت ہم اس طرح

پیش نہیں کر سکتے۔ اپنے وکیل۔ اور اپنے چند دوستوں کی موجودگی میں پیش کریں گے۔"

"اوہ۔ ٹھیک ہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ میں جانتا ہوں۔ وہ ثبوت بھی فرضی ہو گا۔"

"تب پھر آپ پہلے یہاں سے فارغ ہو لیں۔ وہ ثبوت ہم وہاں چل کر پیش کریں گے۔"

"وہاں۔ کہاں؟"

"یعنی اپنے دفتر اور کہاں۔" آفتاب بولا۔

"ٹھیک ہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ یہ تو بہت اچھی بات ہے کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔" انھوں نے کہا۔

اور پھر وہ اپنی کارروائی میں مصروف ہو گئے۔ آدھ گھنٹے بعد وہ فارغ ہو چکے تھے۔ لاش اٹھوائی جا چکی تھی۔ اور اس دوران ہم اپنے دوستوں کو فون کر کے پروگرام طے کر چکے تھے۔

"ہاں بھئی۔ اب کیا خیال ہے۔ چلیں تمھارا ثبوت ملاحظہ کرنے؟"

معاف کیجیے گا انسپکٹر۔ ثبوت پیش کرنے کے وقت ہم لوگ بھی اگر وہاں موجود ہوں تو آپ کو کوئی اعتراض تو

نہیں۔" شعلہ بول اُٹھی۔

" ضرور کیوں نہیں ۔ یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔" انھوں نے فوراً کہا۔

" تب پھر ہم سبھی چلیں گے۔ ہم نے ابھی اپنے رشتے داروں کو اس واردات کی اطلاع نہیں دی۔ ویسے بھی ابھی لاش یہاں موجود نہیں ہے۔"

" ضرور چلیے ۔ وہاں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ ہم لوگ بس ان کا پیش کردہ ثبوت دیکھیں گے اور لوٹ آئیں گے۔" انھوں نے کہا۔

اور ہم سب وہاں سے روانہ ہو کر اپنے دفتر آئے۔ دفتر کا دروازہ کھلا دیکھ کر جلالی نور زور سے چونکے:

" یہ۔ یہ کیا بھئی؟"

" ہم آپ سے کہ چکے ہیں کہ ثبوت اپنے دوستوں کی موجودگی میں پیش کریں گے۔ اور ہم نے اپنے دوستوں کو فون کر دیا تھا۔ تاکہ وقت نہ ضائع ہو۔ وہ پہلے ہی پہنچ جائیں۔"

" ہوں ٹھیک ہے۔ بالکل ٹھیک ہے۔"

ہم اندر داخل ہوئے۔

" السلام علیکم۔" ہم نے ایک ساتھ کہا۔

" وعلیکم السلام۔" اندر بیٹھے ہوئے بھی ایک ساتھ بولے۔

اندر انکل خارانی، وکیل اکبر راٹھور اور انکل انسپکٹر کاشان تشریف فرما تھے۔ بلکہ ارشد بھی موجود تھا۔

" او ہو۔ یہاں تو بڑے بڑے لوگ موجود ہیں۔ اس کا مطلب ہے شوکی۔ تم نے قتل کے اس معاملے سے بچنے کے لیے ان لوگوں کا سہارا لینے کا پروگرام بنایا ہے۔" انکل جلالی نور نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

" کیا کہا جناب۔ قتل کا کیس۔" اکبر راٹھور چونک اُٹھے۔

" کیوں۔ کیا شوکی برادرز نے فون پر آپ کو نہیں بتایا۔" انکل جلالی نور کے لہجے میں حیرت تھی۔

" نہیں۔ شوکی نے صرف اتنا کہا تھا کہ فوری طور پر دفتر پہنچ جائیں۔ ہم لوگ ایک بڑی پریشانی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔"

" ہوں خیر۔ پہلے تو آپ لوگ ساری تفصیل سُن لیں۔ اس کے بعد ہم ثبوت والی بات کی طرف آئیں گے۔" انکل جلالی نور بولے۔

" ہوں ٹھیک ہے۔ سُنائیے۔"

انکل جلالی نور نے اپنی معلومات کے مطابق نمک مرچ لگا کر حالات سُنا دیے۔

" واقعات تو واقعی بہت خوف ناک ہیں۔" اکبر راٹھور فکر مند

ہو کر بولے۔

"جی ہاں! اور اب شوکی برادرز اپنی بے گناہی کا ثبوت پیش کرنا چاہتے ہیں۔"

"اوہ۔ تو ان کے پاس اس قسم کا کوئی ثبوت ہے۔"

"ان کا کہنا یہی ہے۔ لیکن میرا خیال ہے۔" انکل جلالی نور نے جلدی سے کہا۔

"آپ اپنا خیال پیش نہ کریں، عدالتوں میں خیالات کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔" اکبر راٹھور نے منہ بنا کر کہا۔

"اچھی بات ہے۔ میں کچھ نہیں بولوں گا۔ چلو شوکی۔ ثبوت پیش کرو۔"

"جی ہاں! کیوں نہیں۔ سُنیئے حاضرین۔ جب بھی ہمارے پاس کوئی شخص آتا ہے۔ ہم اس کی تصاویر اپنے ساتھ ضرور لیتے ہیں۔ یہ کام ارشد کے ذمّے ہے کہ چھوٹے سے خفیہ کیمرے سے کئی تصاویر ایسی بنا لے۔ تاکہ مؤکل بعد میں انکار نہ کر سکے اور انکل جلالی نور ہمیں بلا وجہ پھانس نہ سکیں۔ لہٰذا وہ تصاویر تیار ہیں۔ آپ سب لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔"

"تصاویر بطورِ ثبوت پیش نہیں کی جا سکتیں۔ میں پہلے ہی کہ چکا ہوں۔" انکل جلالی نور بولے۔

"پہلے آپ دیکھ لیں اور پھر اپنے اعتراضات اُٹھائیں۔ ہم دُوسرا ثبوت بھی تو پیش کریں گے۔ جب آپ پہلے ثبوت کو دُوسرے ثبوت کے ساتھ رکھ کر دیکھیں گے تو بات آئینے کی طرح صاف ہو جائے گی۔ اور اگر نہ ہو تو پھر آپ ضرور ہمیں گرفتار کر لیجیے گا۔ اس بات کو پھر آئینے کی طرح صاف کرنا انکل راٹھور کا کام ہوگا۔"

"ہاں شوکی۔ تم فکر نہ کرو۔ یہ کام میں کر لوں گا۔" وہ مسکرائے۔

"ارشد تصاویر پیش کرو۔"

ارشد اُٹھا اور میز پر تصاویر پھیلا دیں۔ انھوں نے ایک ایک تصویر کو بغور دیکھا۔ اس میں گھڑی بھی آئی ہوئی تھی، اور گھڑی میں وقت کے ساتھ تاریخ اور دن بھی تھا۔

"یہ۔ یہ تو واقعی اَبّا جان ہیں۔" شعلہ نے جلدی سے کہا۔

"ہاں! اس میں تو شک نہیں۔ یہ بھائی جان ہی ہیں۔" لاوا صاحب بولے۔

"ل۔ لیکن۔ آپ متاثر نہ ہوں۔ آپ ان لوگوں کو نہیں جانتے۔ یہ لوگ چکر چلانے میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔"

"انکل۔ آپ کے یہ الفاظ ٹیپ کر لیے گئے ہیں۔ اور بطور ہتکِ عزت عدالت میں پیش کیے جا سکتے ہیں۔"

"کیا!!!" انھوں نے چلّا کر کہا۔

"ہاں جناب۔ یہاں جو الفاظ بھی کہیں سوچ سمجھ کر کہیں۔"

"تت۔ تو۔ تو تم۔" وہ ہکلا کر رہ گئے۔

"ہاں! آپ ٹھیک سمجھے۔ ہم دُوسرا ثبوت ٹیپ کردہ آوازیں پیش کرنا چاہتے ہیں۔"

"اوہ اوہ۔" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

اور پھر ہم نے ٹیپ ریکارڈر آن کر دیا۔ ہماری اور سرچھوکا کی آوازیں اس پر گونجنے لگیں۔ وُہ سب غور سے سُن رہے تھے۔ ان کے چہروں پر کئی رنگ آ رہے تھے اور جا رہے تھے۔ سب سے بُرا حال انکل جلالی نور کا تھا۔ سرچھوکا کے گھر کے افراد البتہ صرف حیرت زدہ تھے۔ یہاں تک کہ الفاظ ختم ہو گئے۔ میں نے ٹیپ ریکارڈر بند کر دیا۔

"یہ۔ یہ ہم نے کیا سُنا ہے؟" انکل جلالی نور اس طرح بولے جیسے خواب میں ہوں۔

"جو کچھ آپ نے سُنا ہے۔ سب نے وہی سُنا ہے۔"

"لل۔ تم نے تو کہا تھا کہ انھیں اپنی زندگی کے لیے خطرہ محسوس ہوا تھا۔ لہٰذا وُہ آپ کے پاس چلے آئے۔"

"ہاں! ہم نے یہی کہا تھا۔ اور ہم کہ بھی کیا سکتے

تھے۔ اگر ہم اس وقت یہ بتاتے کہ وُہ اپنی لاش کی کہانی سُنا رہے تھے تو آپ ہمیں پاگل خیال کرتے۔"

"یہ۔ یہ کس قدر عجیب کہانی ہے۔" شعلہ بڑبڑائی۔

"عجیب ہی نہیں۔ خوف ناک بھی۔" اس کے ایک بھائی نے کہا۔

"سوال یہ ہے کہ وُہ کون تھا جو ان کے پاس آیا تھا۔" اکبر راٹھور بولے۔

"بھائی جان کے میک اَپ میں دراصل ان کا قاتل آیا تھا۔" لاوا صاحب بولے۔

"جی۔ کیا فرمایا آپ نے۔ ان کا قاتل۔" میں گھبرا گیا۔

"ہاں! اور کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"لیکن اس کو ہمیں دس لاکھ روپے دینے کی کیا ضرورت تھی۔ قتل کی خبر تو آخر گھر والوں کو ہو ہی جانا تھی۔ اور تفتیش کے لیے پولیس کو بلا ہی لیا جاتا۔ اس کو دس لاکھ روپے خرچ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کہیں۔ وُہ نوٹ جعلی تو نہیں ہیں؟" انکل جلالی نور بولے۔

"اوہ ہاں۔ یہ بات بھی چیک کی جائے گی۔"

بیگ اسی وقت کھولا گیا۔ نوٹ چیک کیے گئے۔ وُہ بالکل اصلی تھے۔

"نہیں بھئی۔ یہ سب باتیں تو حلق سے نہیں اُتر رہیں۔" انکل خارانی اُلجھن کے عالم میں بولے۔

"لیکن انکل۔ ہم تو بے گناہ ثابت ہو گئے نا۔"

"ہاں! یہ تو ہے۔ کیوں انسپکٹر صاحب۔ کیا آپ انہیں اب گرفتار کرنا پسند کریں گے؟"

"نہیں! اب میں تفتیش کروں گا۔ اور دیکھوں گا کہ کیا چکر ہے۔ اگر یہ مجرم ثابت ہوئے تو میں ان کے خلاف ایسا ثبوت حاصل کروں گا جس کو یہ جھٹلا نہیں سکیں گے۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔ آپ بہت خوشی سے ایسا کریں۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔"

سب لوگ اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور دفتر سے نکل گئے، لیکن شعلہ وہیں رہ گئی۔

"آپ نہیں جائیں گی۔"

"ضرور جاؤں گی۔ جاؤں گی کیوں نہیں۔" اس نے روتے ہوئے کہا۔

"تو پھر۔ آپ رُک کیوں گئیں؟"

"میں چاہتی ہوں۔ آپ اس کیس کی تفتیش کریں۔ مجھے تو کوئی بڑا چکر معلوم ہوتا ہے۔"

"آپ کے کہنے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں دس لاکھ روپے

دیے گئے ہیں۔ ہم تفتیش کیوں نہیں کریں گے۔"

"لیکن وہ دس لاکھ تو فی الحال جلالی نور لے گئے ہیں۔"

"وہ کوئی بات نہیں۔ چونکہ وہ ہمارے پاس سے اپنی گرفت میں لے چکے تھے۔ اس لیے اب چند کاغذی کارروائیوں کے بغیر نہیں ملیں گے۔ وہ ہم ان سے لے لیں گے۔ بلکہ اچھا ہے۔ اب ہمیں ان کی حفاظت کی فکر نہیں ہوگی۔"

"وہ تو خیر۔ آپ بنک میں جمع کرا سکتے ہیں۔"

"آپ سمجھیں نہیں۔ گھر سے رقم بنک تک بھی تو لے جانے کا مسئلہ ہوتا ہے۔ راستے میں بھی تو کوئی اُچکا ٹکرا سکتا ہے۔" میں نے فوراً کہا۔

"اوہ ہاں۔ یہ تو ہے۔"

"شعلہ۔ کہاں رُک گئی تم۔ آتی کیوں نہیں۔"

"آئی بھائی جان۔" اس نے جلدی سے کہا اور باہر نکل گئی۔

"کیوں بھئی۔ کیا خیال ہے۔" میں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

کیسی ماں

"انوکھا ترین سا کیس ہے۔" اشفاق بولا۔

"لیکن یاقوتوں کے اس لاکٹ کا معاملہ کس قدر عجیب ہے۔ لاکٹ لڑکی کے گلے میں ہے۔ اور اسے ابھی تک یہ احساس نہیں کہ اس کا سب سے بڑا یاقوت ٹوٹ کر کہیں گر گیا ہے۔" میں نے کہا۔

"اس میں عجیب بات کیا ہے۔ ہم جس وقت گئے۔ وہ سب تو سو رہے تھے۔ انھیں تو اچانک جگایا گیا تھا۔ اور وہ بدحواسی کے عالم میں سرپھوکا کے کمرے کی طرف آئے تھے۔ ان حالات میں بھلا لاکٹ کا احساس کون کرتا۔"

"ہوں۔ ابھی ہم وہاں تفتیش کے لیے بھی نہیں جا سکتے۔"

"ہمیں جلدی بھی کیا ہے۔ لل۔ لیکن۔ ہم اس شخص کو کہاں تلاش کریں۔ آخر وہ کون تھا؟"

"اس میں تو اب کوئی شک نہیں کہ وہ سرپھوکا کے

میک اپ میں تھا۔"

"ہاں! یہ تو بالکل سامنے کی بات ہے۔" آفتاب نے کہا۔

"حیرت تو یہی ہے۔ آخر اس نے ہمیں دس لاکھ کس چیز کے دیے ہیں۔ اس کا کہنا یہ تھا کہ اس کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اور وہ چاہتا ہے۔ اس کا قاتل گرفتار ہو جائے۔"

"میرا خیال ہے۔ ہمیں اپنے ذہنوں کو پریشانی میں مبتلا کرنے کی ضرورت نہیں۔ جب ہم ان واقعات کی چھان بین کریں گے، خود بخود حقیقت سامنے آ جائے گی۔"

"لیکن ہم اس بے چینی کا کیا کریں۔ جو ہم اس وقت محسوس کر رہے ہیں۔"

"صبر کے گھونٹ کی طرح اس کو بھی پی جاؤ۔" میں نے انھیں مشورہ دیا۔

اور پھر دوسرے دن ہم محل کے سامنے پہنچ گئے۔ وہی دونوں پہرے دار کھڑے نظر آئے۔ انھوں نے ہمیں کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

"خیر تو ہے بھئی؟"

"آپ لوگ ہی ہمارے صاحب کے قاتل ہیں۔"

"یہ بات آپ کو کس نے بتائی ہے؟"

"گھر میں زور شور سے یہ بحث ہو رہی ہو۔ اور ہمیں

خبر نہ ہو۔" دُوسرا بولا۔

" اللہ جانتا ہے۔ ہم نے انھیں قتل نہیں کیا۔ ہم تو قاتل کو پکڑنے آئے ہیں۔"

" اندر تشریف لے جائیے۔ وُہ لوگ آپ کا ہی انتظار کر رہے ہیں۔"

" شکریہ!" میں نے کہا اور ہم اندر داخل ہو گئے۔

دراصل چلتے وقت میں نے فون کر دیا تھا۔ تاکہ اگر وُہ ہمارا سامنا کرنے کے لیے تیار نہ ہوں تو ابھی ہم ایک آدھ دن اور ٹھہر جائیں۔ لیکن انھوں نے تو فوراً ہی اجازت دے دی۔

وُہ سب لان میں جمع تھے۔ ایک میز کے گرد بیٹھے تھے اور میز پر چائے اور دُوسری چیزیں موجود تھیں۔

" آئیے بھئی۔ آپ لوگ بھی چائے میں شریک ہو جائیں۔"

" جی نہیں۔ ہم ناشتا کر چکے ہیں۔ ہمارا ناشتے کا یہ وقت نہیں ہے۔"

ہم لان میں ٹہلنے لگے۔ وُہ جلدی جلدی ناشتے سے فارغ ہو گئے۔ برتن وغیرہ اُٹھا دیے گئے۔

" چلیے۔ اب آ جائیے۔" شعلہ بولی۔ اب وُہ بہت سنبھلی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

" سب لوگ اپنا اپنا کمرہ اندر سے بند کر کے سوتے ہیں، لیکن سب کمروں کی ایک ایک چابی دونوں پہرے داروں کے پاس بھی ہے۔ وُہ صبح دس بجے کے قریب آپ لوگوں کو جگاتے ہیں اور جگانے کے سلسلے میں ہی چابیاں ان کو دی گئی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ان حالات میں قاتل ہونے کا سب سے زیادہ شبہ ان دونوں پر جاتا ہے، کیونکہ چابیاں جو ان کے پاس ہوتی ہیں۔" میں نے اپنی بات شروع کی۔

" یہ کوئی ایسی بات نہیں۔" لاوا صاحب بولے۔

" کیا مطلب؟" میں نے چونک کر کہا۔

" مطلب یہ کہ چابیوں کا وُہ گچھا برامدے میں ایک کیل سے لٹکا رہتا ہے۔ پہرے دار اندر آ کر گچھا اُتارتے ہیں اور جگانے کا عمل شروع کر دیتے ہیں۔"

" ہُوں۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ آپ لوگوں میں سے کوئی بھی شخص اپنے کمرے سے نکل کر چابیوں کا گچھا اُتار کر کسی کا بھی دروازہ کھول سکتا ہے۔"

" ہاں بالکل۔ آخر ہم ایک گھر کے فرد ہیں۔ ہمیں ایک دُوسرے سے بھلا کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔" بیگم سرپھوکا بولیں۔

" ہُوں۔ آپ پر ہمیں سب سے زیادہ حیرت ہے۔" میں نے بیگم سرپھوکا سے کہا۔

"کیا مطلب؟" انھوں نے چونک کر کہا۔

"مطلب یہ کہ۔ آپ سرپھوکا کے کمرے میں کیوں نہیں سوئیں۔"

"پچھلے دنوں میرا ان سے کچھ جھگڑا ہو گیا تھا۔ جب بھی ہمارے درمیان جھگڑا ہو جاتا ہے۔ ہم الگ الگ کمرے میں سونا شروع کر دیتے ہیں۔"

"ہوں۔ تو یہ بات ہے۔ خیر۔ اگر آپ لوگ تیار ہوں تو ہم سب کے سامنے ایک سوال کرنا چاہتے ہیں۔"

"ضرور۔ کیوں نہیں۔"

"یاقوت کا ہار۔ اس گھر میں کس کس کے پاس ہے؟"

"صرف میرے پاس۔" شعلہ نے کہا۔

"اور آپ نے اپنے ہار کو چیک کیا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں! اس کا ایک یاقوت۔ جو سب سے بڑا بھی ہے۔ کہیں گر گیا ہے۔"

"اس بات کا پتا آپ کو کب چلا؟"

"آج صبح۔"

"لیکن۔ جب آپ سب لوگ لاش کی اطلاع پا کر سرپھوکا کے کمرے میں دوڑتے ہوئے داخل ہوئے تھے۔ بڑا یاقوت اس وقت بھی آپ کے ہار میں نہیں تھا۔"

"کیا۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔" شعلہ چلّا کر بولی۔

"جی ہاں! ہم نے یہ بات اسی وقت چیک کر لی تھی۔ کیوں کہ ہم آپ سے بھی پہلے کمرۂ واردات میں موجود تھے، اور اس کمرے کے قالین پر سے ہمیں یہ چیز ملی تھی۔" یہ کہ کر میں نے جیب میں سے یاقوت نکال کر میز پر رکھ دیا۔

"کک۔ کیا مطلب؟" وہ سب ایک ساتھ بولے۔ اور پھر ان کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔ سب سے زیادہ خوف شعلہ کے چہرے پر نظر آیا۔

"شعلہ۔ تم نے یہ کیا کیا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔" بیگم سرپھوکا چلائیں۔

"ممی۔ آپ غلط سوچ رہی ہیں۔ قتل میں نے نہیں کیا۔ مجھے ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"تو پھر۔ کس کو ایسا کرنے کی ضرورت تھی۔ مجھے۔" بیگم بولیں۔

"میں نے یہ کب کہا ہے۔ کہ آپ کو ضرورت تھی۔" وہ بولی۔

"تب پھر تمھارے ہار کا یاقوت وہاں کس طرح پہنچا۔ کیا تم کسی ضرورت کے تحت ان کے کمرے میں گئی تھیں؟" بیگم بولیں۔

"نہیں۔ بارہ بجے تک تو ہم سب لوگ جاگتے رہے

تھے۔ پھر سب نے اپنے اپنے کمرے کی راہ لی تھی۔ ڈیڈی
نے البتہ چند دنوں سے ہمارے ساتھ شرکت کرنا چھوڑ دیا
تھا۔ اور الگ تھلگ رہنے لگے تھے۔ شاید آپ سے ناراضگی
کی وجہ سے۔"

"ہوں۔ تم میری اور ان کی ناراضگی کو چبھتے ہوئے انداز
میں بیان کر رہی ہو۔ میں جانتی ہوں۔ کیا سوچ کر ایسا
کر رہی ہو۔ لیکن تم ایڑی چوٹی کا زور لگا لو۔ تب بھی
مجھے قاتل ثابت نہیں کر سکتیں۔ قاتل خود تم ہو۔"

"میرا خیال ہے۔ آپ لوگ آپس میں نہ لڑیں۔ یہ فیصلہ
ہمیں کرنا ہے کہ قاتل کون ہے۔ اور جب ہم آپ لوگوں کو
یہ بات بتائیں گے۔ اس وقت کوئی انکار نہیں کر سکے
گا، کیوں کہ اس وقت ہم مکمل طور پر ثبوت بھی پیش
کریں گے۔"

"ہوں۔ بات تو ٹھیک ہے۔"

"تب پھر ایسا کریں کہ ہمیں ایک کمرے میں بٹھا دیں،
اور ایک ایک کر کے کمرے میں آتے رہیں۔ ہم ہر ایک
سے علیحدگی میں سوالات کریں گے۔"

"یہ ٹھیک رہے گا۔" ان سب نے کہا۔

"کیا انسپکٹر جلالی تو آچکے ہیں۔ سوالات کے لیے؟"

آفتاب نے پوچھا۔

"ہاں! آچکے ہیں۔ لیکن۔ ابھی تک کسی نتیجے پر نہیں
پہنچ سکے۔"

انھوں نے ہمیں ایک کمرے میں بٹھا دیا۔ میں نے
لاوا صاحب سے کہا:

"سب سے پہلے ہم شعلہ صاحبہ سے بات کرنا پسند کریں
گے۔"

"اچھی بات ہے۔" اس نے کہا۔

ایک منٹ بعد شعلہ کمرے میں موجود تھی۔

"آپ کا اس قتل کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"کم از کم۔ یہ کام میرا نہیں ہے۔" اس نے کہا۔

"تو پھر۔ کس کا ہے؟"

"یہ معلوم کرنا آپ کا کام ہے۔" اس نے طنزیہ لہجے میں
کہا۔

"ہاں! بات تو ٹھیک ہے۔ خیر۔ ہم معلوم کر لیں گے۔
ایسی کون سی بات ہے۔ آپ کے خیال میں آپ کے ہار
کا یاقوت آپ کے ڈیڈی کے کمرے میں کس طرح پہنچ
سکتا ہے۔"

"میں نہیں جانتی۔ ہو سکتا ہے سوتے میں کسی نے یاقوت

ہار میں سے توڑ لیا ہو اور ڈیڈی کے کمرے میں گرا دیا ہو —
تاکہ پولیس مجھ پر شک کرے۔" اس نے کہا۔

"گویا قاتل نے اپنی جگہ آپ کو پھنسانا چاہا ہے۔"

"میں تو کم از کم یہی سمجھی ہوں۔"

"ہوں — ہو سکتا ہے یہی بات ہو — مشکل یہ ہے کہ گھر کا ہر فرد دوسرے کے کمرے میں آسانی سے جا سکتا تھا — یہاں تک کہ چوکیدار بھی جا سکتے تھے — اور گھر کے دوسرے ملازم بھی۔" آفتاب نے منہ بنا کر کہا۔

"نہیں — گھر کے دوسرے ملازم نہیں — ان کے لیے الگ سرونٹ کوارٹر ہیں — وہ محل کے پچھلے حصے میں ہیں — انہیں جب ضرورت ہو، گھنٹی بجا کر بلایا جا سکتا ہے اور ان کے لیے دروازہ بھی کھولنا پڑتا ہے — البتہ پہرے دار ضرور اندر سوتے ہیں — ان پر ڈیڈی کو اندھا اعتماد تھا — ان سے زیادہ کسی پر بھروسہ نہیں کرتے تھے۔" اس نے جلدی جلدی کہا۔

"ہوں — کیا ان کے لیے بھی الگ کمرہ ہے اور وہ بھی اپنے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر کے سوتے ہیں؟"

"ظاہر ہے۔"

"اور ان کے کمرے کی چابی بھی چابیوں کے گچھے میں موجود ہے؟"

"بالکل ہے۔" اس نے کہا۔

"تب پھر کم از کم ایک بات ثابت ہو گئی۔" میں نے مسکرا کر کہا —

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ قاتل کم از کم باہر کوئی آدمی نہیں ہے۔"

"اوہ۔" اس کے منہ سے حیرت زدہ انداز میں نکلا۔

"اب ہمیں دیکھنا ہے کہ گھر کا کون فرد قاتل ہے — ویسے آپ کی ممی بہت عجیب ہیں۔"

"کیا مطلب — وہ کس لحاظ سے عجیب ہیں؟"

"ہم نے انھیں اپنے شوہر کی لاش پر ایک آنسو بھی بہاتے ہوئے نہیں دیکھا۔"

"اور آنسو بہاتے دیکھا کس کو ہے۔" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا —

"آپ کو — آپ ضرور رو رہی تھیں۔"

"آج کل کون کسی کے لیے روتا ہے — دولت نے ہم لوگوں سے ایک دوسرے کا احساس چھین لیا ہے — ہم — ہم بالکل خود غرض ہو کر رہ گئے ہیں — میں بھی آپ کے سامنے بھلی چنگی تو بیٹھی ہوں — کچھ بھی نہیں ہوا مجھے — چند آنسو ہی تو بہائے ہیں میں نے۔"

"کیا آپ سب لوگ دولت میں نہیں کھیلتے تھے ؛ آپ کے ڈیڈی نے کیا آپ لوگوں پر کسی قسم کی پابندی لگا رکھی تھی؟"

"نہیں تو۔ پابندی کیسی۔ یہاں تو ہر طرح کی عیش ہے۔"

"پھر۔ آخر آپ میں سے کسی کو انھیں قتل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"پتا نہیں۔ سوائے دولت کے اور کیا بات ہوگی۔"

"کیسے۔ دولت کی تو یہاں سب کے لیے کھلی چھٹی ہے، یا پھر پابندی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"لاکھ چھوٹ ہو، لیکن ڈیڈی کے سوا کوئی ساری دولت کا مالک تو نہیں ہے۔"

"اور ان کے قتل کے بعد۔ کون مالک ہے؟"

"ابھی یہ فیصلہ نہیں ہوا۔ وکیل صاحب آنے ہی والے ہیں۔ وہ آکر وصیت سنائیں گے۔"

"اوہ اچھا۔ چلیے خیر۔ وہ تو ہم وصیت سن لیں گے — ویسے میرا خیال ہے، انھوں نے سبھی کو اپنی دولت میں سے حصّہ دیا ہوگا۔"

"بالکل۔ وہ کسی کے ساتھ ناانصافی کرنے والے نہیں تھے۔" شعلہ بولی۔

"ہاں! یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو اور آپ کی امّی کو زیادہ

حصّہ دیا ہو انھوں نے۔" میں کچھ سوچ کر بولا۔

"میں اپنے بارے میں تو یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ بہت زیادہ حصّہ مجھے ملے گا، لیکن امّی جان کے بارے میں زیادہ پُر امید نہیں۔ ہو سکتا ہے۔ انھیں کچھ بھی نہ ملے۔"

"یہ۔ یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔" میں حیران رہ گیا۔

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ دراصل وہ میری سگی ماں نہیں ہیں۔ سوتیلی ہیں۔"

"کیا!!!" ہم حیرت زدہ رہ گئے —

صِرف اور صِرف آپ

"ہاں ! مَیں ابھی چھوٹی ہی تھی کہ میری والدہ فوت ہو گئیں، پھر ڈیڈی نے ان سے دُوسری شادی کی۔"

"اوہ — تو یہ بات بھی ہے۔" میں بڑبڑایا۔

"جی ہاں ! مزے کی بات یہ ہے کہ دونوں میں بہت کم بنتی تھی — عام طور پر لڑائی ہی رہتی تھی۔"

"تب تو واقعی ان کے قتل سے آپ کی سوتیلی امّی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔"

"بالکل نہیں۔"

"اور سب سے زیادہ فائدہ آپ کو پہنچے گا۔"

"ہاں ! یہ ٹھیک ہے۔"

"اور ان کے کمرے میں یاقوت بھی آپ کے ہار کا پڑا ملا ہے ہمیں۔"

"کیا مطلب — آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"یہ کہ اس قتل سے جتنا فائدہ آپ کو پہنچ سکتا ہے۔ کسی دُوسرے کو نہیں — لہٰذا آپ نے ہی تو —"

"نن نہیں۔" اس نے میرا جُملہ کاٹ دیا۔

"خیر — آپ جا سکتی ہیں — اب آپ اپنی سوتیلی امّی کو بھیج دیں۔"

"شکریہ — لیکن میرا خیال ہے — وکیل صاحب کے آنے کا وقت ہو گیا ہے — کیوں نہ پہلے وصیت سُن لی جائے۔" وہ بولی۔

"کیا آپ وصیت سُننے کی بہت شوقین ہیں؟"

"ہاں بالکل — کیوں نہ ہوں — آخر وہ میرے والد تھے۔" اس نے جلدی سے کہا۔

"بہتر یہی رہے گا کہ آپ انھیں بھیج دیں — جونہی وکیل صاحب آئیں گے — ہم اُٹھ کھڑے ہوں گے — اس طرح ہمارا وقت ضائع نہیں ہو گا۔"

"اچھی بات ہے۔" اس نے کہا اور باہر نکل گئے۔

"یہ ایک نئی بات معلوم ہوئی کہ بیگم سرپھوکا دراصل اس کی سوتیلی ماں ہے۔"

"پتا نہیں — کیا چکر ہے — سب سے زیادہ پریشانی تو مجھے اس شخص کی ہے جو ہمارے پاس سرپھوکا کے میک اپ

میں آیا تھا۔"

"ارے۔ ہم اس کو تو بھول ہی گئے۔" اشفاق بولا۔

"کس کو؟"

"اس مکان کو۔ کیوں نہ ہم اس شخص کی عدم موجودگی میں اس مکان کو دیکھیں۔"

"کہیں تم اس خزانے کے بارے میں تو نہیں سوچ رہے۔ جو اس مکان کے نیچے تہ خانے میں ہے؟" میں نے مسکرا کر کہا۔

"ارے نہیں! بھلا میں اس کے بارے میں کیوں سوچوں گا۔ وہ تو ہمیں پہلے ہی دس لاکھ دے چکے ہیں۔"

"یہ بھی کچھ حیرت انگیز بات نہیں۔ آخر اس شخص کے پاس اس قدر دولت کہاں سے آگئی۔" اخلاق نے کہا۔

"ہو سکتا ہے۔ اس نے کسی طرح سرچھوکا سے وہ دولت حاصل کی ہو۔ ارے ہاں۔ ہم تو بلا وجہ گھر کے افراد۔" میرے الفاظ درمیان میں رہ گئے۔ اسی وقت دروازہ کھلا تھا اور ارکو کی شکل دکھائی دی تھی۔

"وکیل صاحب آگئے ہیں۔ آپ بھی تشریف لے آئیے۔"

"جی بہتر۔" میں نے کہا۔

وہ سب ایک اندرونی کمرے میں بیٹھے تھے۔ ہماری طرف

کسی نے آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ صرف شعلہ نے آنکھ کے اشارے سے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وکیل کمرے کے درمیان میں ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ ان کے ہاتھ میں وصیت نامہ تھا:

"کیا میں شروع کروں؟"

"ہاں ضرور۔ کیوں نہیں۔" لاوا صاحب نے فوراً کہا۔

وکیل صاحب نے فائل کھولی اور پڑھنے لگا:

"میں یہ وصیت نامہ لکھ کر اپنے وکیل عارف شیرازی کے پاس بطور امانت رکھ رہا ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے اب میری زندگی کے دن پورے ہو چکے ہیں۔ ہر وقت موت کا دھڑکا لگا رہتا ہے، یہی سوچ کر میں نے یہ وصیت نامہ لکھ دیا ہے۔ تاکہ میری موت کی صورت میں کوئی اُلجھن نہ پیش آئے۔"

یہاں تک پڑھ کر وکیل ذرا دیر کے لیے رُکا اور پھر پڑھنے لگا:

"میں اپنی تمام تر دولت اپنی بیٹی شعلہ کے نام کرتا ہوں۔ میرے بعد ہر چیز کی مالک اور مختار شعلہ ہو گی۔"

وکیل یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا۔ سب پھٹی پھٹی

آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ آخر بیگم سرچھوکا نے کہا:

"بس۔ اتنی سی وصیت۔"

"جی ہاں! وصیت تو ختم ہو چکی ہے۔"

"یہ۔ یہ بہت بڑی ناانصافی ہوئی ہے۔" بیگم چلّائیں۔

"بالکل۔ ہم عدالت میں اس وصیت نامے کے خلاف دعویٰ دائر کریں گے۔ ہمیں باقاعدہ حصّہ ملنا چاہیے تھا۔ آخر ہم بھی ان کے بیٹے ہیں۔ پہلی بیوی سے نہیں ہیں تو کیا ہوا۔"

"اوہ!" میں نے دل میں کہا۔ یہ ایک اور نئی بات معلوم ہوئی تھی۔ کہ سرچھوکا کے تینوں بیٹے دُوسری بیوی سے تھے، گویا شعلہ ان سے بڑی بھی تھی۔

"ہاں! آپ عدالت میں ضرور جائیں۔ لیکن میں اپنے تجربے کی بنا پر کہتا ہوں کہ آپ کو فائدہ کچھ نہیں ہوگا۔"

"کیوں۔ کیوں فائدہ نہیں ہوگا۔"

"اس لیے کہ وصیت نامہ موجود ہے۔ اور اس میں انھوں نے تمام دَولت مِس شعلہ کے نام کر دی ہے۔ ان کی مرضی۔" وکیل نے جلدی سے کہا۔

"ہُوں۔ دیکھا جائے گا۔ ہم عدالت کا دروازہ ضرور کھٹکھٹائیں

گے۔"

"آپ کو ایسا کرنے کی ضرورت نہیں۔" شعلہ مُسکرائی۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں خود یہ بات محسوس کر رہی ہوں کہ وصیت نامے میں آپ سے زیادتی ہوئی ہے۔ آپ کو بھی اپنا حصّہ ملنا چاہیے۔ میں آپ کو باقاعدہ حصّہ دوں گی۔ فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔"

"اوہ۔ شعلہ بہن۔ یہ۔ یہ تم کیا کہ رہی ہو۔" دُوسرا بھائی بولا۔

"ہاں عادل۔ آخر میں تمھاری بڑی بہن ہوں۔ یہی نہیں۔ میں اس دولت میں سے ماموں جان کو بھی حصّہ دوں گی۔"

"نہیں شعلہ۔ میں بھیک لینے کا روادار نہیں۔ اگر بھائی جان نے مجھے کسی قابل نہیں سمجھا تو میں بھی کچھ نہیں لوں گا۔" اس نے منہ بنا کر کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے ماموں جان۔ آپ کو لینا پڑے گا۔"

"نہیں۔ ناممکن۔"

"خیر۔ اس مسئلے پر ہم بعد میں گفت گو کریں گے۔"

"شعلہ۔ تمھاری دی ہوئی بھیک ہم بھی نہیں لیں گے۔ ہم تم پر کیس کریں گے۔"

"مجھ پر — لیکن کیسے — میں تو بغیر کیس کے تم لوگوں کو سب کچھ دینے کے لیے تیار ہوں۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"نہیں — اس طرح مزا نہیں آئے گا — مزا تو تب ہے نا — جب عدالت، ہمارا حق مانے — اور تمھیں حکم دے کر ہمیں اتنی اتنی رقم ادا کر دی جائے اور پھر تم دو۔"

"میں اس صورت میں بھی دے دوں گی — فکر کی کیا بات ہے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"میں آپ لوگوں کو خبردار کیے دیتا ہوں — عدالت کے ذریعے آپ کو کچھ بھی نہیں ملے گا — سرچھوکا صاحب نے یہ وصیت ہوش و حواس کی حالت میں لکھی ہے۔" وکیل نے انھیں ٹوکا —

"دیکھا جائے گا۔" لاوا صاحب بولے۔

"لیکن جب اصلی آدمی خود آپ کو آپ کا حصّہ پیش کرنے پر آمادہ ہے — تو آپ کو عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانے کی کیا ضرورت ہے۔"

"ہم کہہ چکے ہیں — بھیک نہیں لیں گے۔" عادل نے غرّا کر کہا —

"جیسے آپ کی مرضی — بیگم صاحبہ — آپ نے کوئی رائے نہیں دی۔"

"میں کیا کہوں — مجھے تو پہلے ہی ایسے کسی وصیت نامے کی امید تھی — مجھے کچھ ملے یا نہ ملے — پروا نہیں کروں گی، میں دولت کی بھوکی نہیں ہوں — سرچھوکا نے ہمیشہ مجھ پر اپنی دولت کا رُعب جمایا — لیکن میں ایک غریب گھرانے کی بیٹی ہوں — میں تو روکھی سوکھی کھا کر بھی خوش رہ سکتی ہوں۔"

"اور آپ کے بھائی صاحب۔" وکیل نے طنزیہ لہجے میں کہا —

"لاوا کی طبیعت مجھ سے مختلف ہے — یہ یہاں رہ کر دولت سے پیار کرنے لگے ہیں۔" انھوں نے کہا۔

"دولت سے کون پیار نہیں کرتا میری بہن — سب پیار کرتے ہیں۔" لاوا صاحب نے منہ بنا کر کہا۔

"ہوتے ہیں کچھ لوگ — جو ذرا بھی پروا نہیں کرتے — وہ صرف اپنے اللہ کے لیے ہر کام کرتے ہیں۔" اشفاق بول اٹھا۔

شعلہ کے بھائیوں نے اس کی طرف گھور کر دیکھا — جیسے کہہ رہے ہوں:

"یہ کیا بات ہوئی — دماغ تو نہیں چل گیا اس کا۔"

"خیر ثابت ہو گیا کہ آپ لوگ کیس ضرور کریں گے — کریں، لیکن میں اس کا مشورہ نہیں دوں گا — اس سے جگ

ہنسائی ہو گی۔ لوگ طنز کریں گے۔ آپ جہاں سے گزریں گے۔ لوگ گھور گھور کر دیکھیں گے۔"

"پروا نہیں۔" عادل نے فوراً کہا۔

"اب مجھے اجازت دیں۔ میرا کام یہاں ختم ہو چکا ہے، شعلہ صاحبہ۔ یہ وصیت نامہ آپ کے پاس رہے گا اب۔"

"نہیں وکیل صاحب۔ یہ بطور امانت آپ ہی اپنے پاس رکھیں۔ یہ لوگ اگر کیس کرنے پر تُل ہی گئے ہیں تو پھر میں آپ کو ہی اپنا وکیل کرتی ہوں۔ آپ ہی عدالت میں میری وکالت کریں گے۔"

"شکریہ مس صاحبہ۔" وکیل نے خوش ہو کر کہا۔

اور پھر وہ چلے گئے۔ کمرے میں تھوڑی دیر تک خاموشی رہی، پھر میں نے کہا:

"میرا خیال ہے۔ ہمارے رُخ غلط سمت میں مُڑ گئے ہیں۔ جب کہ پہلے ضروری کام ہونا چاہیے۔"

"کیا مطلب۔ کون سا ضروری کام اور ہم کس غلط کام میں پڑ گئے ہیں۔" دُوسرے بیٹے نے جھلّا کر کہا۔

"عاقل! ان سے اس لہجے میں بات نہ کرو، یہ مہمان ہیں" شعلہ نے اسے گھورا۔

"میں وضاحت کرتا ہوں۔ دولت کی تقسیم کا معاملہ اس

وقت ایک بالکل غلط کام ہو گا۔ ابھی تو سرپھوکا صاحب کو فوت ہوئے پُورا ایک دن ہی ہوا ہے۔ اس وقت معاملہ ان کے قتل کا طے ہونا چاہیے۔ آخر انہیں قتل کس نے کیا ہے۔ یہ ہے وہ ضروری کام۔"

"ارے ہاں۔ واقعی۔ یہ تو بہت ہی ضروری کام ہے۔" تیسرے بیٹے نے کہا۔

"وہ کیسے ثاقب؟" عادل جلدی سے بولا۔

"ایسے کہ۔ شعلہ کے سوا کون ڈیڈی کا قاتل ہو سکتا ہے، ساری دولت آخر وہ اسے دے گئے ہیں۔ اس نے انہیں ساری دولت کے لیے ہی تو ہلاک کیا ہے۔"

"معاف کرنا ثاقب۔ وصیت نامہ سیل کیا ہوا تھا۔ ڈیڈی نے بالکل خفیہ طور پر لکھا تھا۔ میرے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں تھا کہ ان کی وصیت یہ ہو گی۔" شعلہ بولی۔

"تمھارے کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ انھوں نے تمھارے کان میں کسی دن بتا دیا ہو گا کہ بیٹی۔ میرا وصیت نامہ یہ ہے۔"

"اُف اللہ۔ اتنا بڑا الزام۔ ایک بیٹی اور باپ کو قتل کرے گی۔ توبہ۔" شعلہ نے اپنے بال نوچ لیے۔

"ارے ارے۔ کیا کر رہی ہیں۔ یہ سخت گناہ ہے۔" اشفاق گھبرا گیا۔

"کیا سخت گناہ ہے؟" شعلہ نے حیران ہو کر کہا، ساتھ ہی
اس نے اپنے ہاتھ روک لیے۔

"یہی۔ بال نوچنا۔"

"اوہو اچھا۔ یہ بھی گناہ ہے۔" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں جی۔ بالکل۔"

"میرا خیال ہے۔ اب وقت ضائع کرنے کی بجائے ہمیں
اپنا کام شروع کر دینا چاہیے۔ بشرطیکہ آپ لوگ تیار ہوں۔"
میں نے منہ بنا کر کہا۔

"ضرور کیوں نہیں۔ اب تو ہم چاہتے ہیں۔ جلد از جلد
قاتل پکڑا جائے۔ تاکہ ہم بھی اپنا معاملہ عدالت میں لے
جا سکیں۔" عادل نے کہا۔

"تو پھر۔ بیگم صاحبہ آپ کمرے میں چلیے۔"

یہ کہ کر ہم کمرے کی طرف چل پڑے۔ چند سیکنڈ بعد
بیگم سرپھوکا بھی آ گئیں:

"تو آپ کو دولت کی پیاس یا بھوک نہیں؟"

"نہیں! میں ایک غریب گھر میں پیدا ہوئی تھی ۔۔۔
شادی سے پہلے میں نے دولت کو دیکھا تک نہیں تھا۔
اب بھی اگر یہ مجھ سے چھن جاتی ہے تو میں ذرا بھی پروا
نہیں کروں گی۔ میں یہاں سے اپنے گھر چلی جاؤں گی اور وہی

پہلے والی زندگی گزاروں گی۔"

"میرا خیال ہے شعلہ صاحبہ آپ لوگوں کے لیے بہت ہمدردانہ
جذبات رکھتی ہیں۔ آپ کو ان کی بات مان لینی چاہیے۔"
آفتاب بولا۔

"یہ بعد کی باتیں ہیں۔ آپ اپنے سوالات کریں۔"

"آپ کے خیال میں آپ کے شوہر کا قاتل کون ہو
سکتا ہے؟"

"میرا بھائی۔" اس نے فوراً کہا۔

"کیا کہا۔ آپ کا بھائی۔" ہم دھک سے رہ گئے۔

"ہاں! یہ کام اس کے علاوہ کسی کا نہیں ہو سکتا۔ وہ
دولت کا بہت بھوکا ہو چکا ہے۔"

"مشکل یہ ہے کہ قتل کرنے کا موقع آپ سبھی کو حاصل
تھا۔ محل کی بناوٹ اسی قسم کی ہے۔ اور پھر چابیوں کا
وہ گچھا۔ ہر ایک کے لیے کام آسان بنا دیتا ہے۔"

"لیکن ان میں سے ہر ایک پر قتل کا شبہ نہیں کیا
جا سکتا بھائی جان۔" آفتاب نے اچانک کہا۔

"کیا مطلب۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔" میں نے حیران
ہو کر اس کی طرف دیکھا۔

"سرپھوکا کافی طاقت ور آدمی تھے۔ کوئی طاقت ور آدمی

ہی ان کا گلا کامیابی سے گھونٹ سکتا تھا۔ اور ان میں سے کمزور ترین یہ دو ہیں۔ شعلہ بیگم اور بیگم صاحبہ۔ باقی سب لوگ ایسا کر سکتے ہیں۔"

"ہوں۔ کوڑی تو تم دُور کی لائے۔ خیر۔ اس پہلو پر بھی غور کریں گے۔ بیگم صاحبہ۔ اب آپ جا سکتی ہیں۔ مہربانی فرما کر اپنے بھائی کو بھیج دیں۔"

"اچھی بات ہے۔" انھوں نے کہا اور چلی گئیں۔

"اس عورت کی صاف بیانی مجھے بہت پسند آئی ہے۔" مَیں نے دبی آواز میں کہا۔

اسی وقت لاوا اندر داخل ہوا:

"آپ نے مجھے یاد فرمایا۔"

"جی ہاں! آپ کا اس قتل کے بارے میں کیا خیال ہے، کون ایسا کر سکتا ہے۔"

"مَیں کیا کہ سکتا ہُوں۔ مجھے تو صرف اپنا پتا ہے۔ اور یہ کام مَیں نے تو نہیں کیا۔" اس نے کہا۔

"ہُوں۔ شعلہ صاحبہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟"

"وُہ اس حد تک ہرگز نہیں جا سکتی۔ اور پھر سرچھوکا سب سے زیادہ اسی سے محبت کرتے تھے۔ وُہ بھی زیادہ اس سے محبت کرتی تھی۔ اِن حالات میں تو نہیں کہا

جا سکتا۔"

"ہُوں۔ آپ کو پتا ہے۔ آپ کی بہن کا کیا خیال ہے؟"

"پتا نہیں۔ مَیں اس کے بارے میں ضرور بتا سکتا ہوں، بہُت بُزدل عورت ہے، ایسا کام ہرگز نہیں کر سکتی۔"

"ہُوں! دو آدمی آپ نے خود نکال دیے۔ بلکہ اپنے سمیت تین۔ تو کیا آپ کا خیال ہے۔ یہ کام آپ کے اپنے بھانجوں میں سے کسی کا ہے۔"

"عین ممکن ہے۔" اس نے کہا۔

"اوہ۔ خیر۔ آپ اپنی بہن کا خیال بھی سُن لیں۔ ان کا خیال ہے کہ قاتل صرف اور صرف آپ ہو سکتے ہیں۔"

"اوہو۔ اچھا۔ یہ کہا ہے انھوں نے۔ مجھے بہت حیرت ہوئی سُن کر۔ اور افسوس بھی کہ وُہ مجھے اب ایسا گیا گزرا سمجھنے لگی ہیں۔ اور اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ میں یہاں جو رہنے لگا ہوں۔ بہن کے گھر واقعی بھائی کی کوئی عزت نہیں ہوتی۔ میں۔ میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔ ابھی اور اسی وقت۔" وُہ اُچھل کر کھڑا ہوگیا۔

"نہیں جناب! ابھی آپ یہاں سے نہیں جا سکتے۔ قتل کی تفتیش کے بعد جا سکیں گے۔ ابھی تو پولیس بھی اپنا کام شروع کرے گی۔ وُہ کس طرح آپ کو جانے کی

اجازت دے سکتی ہے۔"

"اوہ!" اس کے منہ سے نکلا اور پھر وہ کرسی میں گرتا چلا گیا۔ اس کے چہرے پر اُلجھن کے آثار تیر گئے تھے ۔۔۔

عین اسی وقت دروازہ زور دار آواز کے ساتھ کھلا۔

عمارت میں

ہم نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا، انکل جلالی نور کھڑے خونخوار نظروں سے ہمیں گھور رہے تھے:

"یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"ج ۔۔ جی ۔۔ تفتیش ۔ قتل کی۔"

"پولیس سے پہلے تم اپنی ٹانگ اڑانے والے ہوتے کون ہو۔"

"ان لوگوں کی اجازت اور مرضی سے یہ کام کر رہے ہیں، کیوں کہ یہ سب چاہتے ہیں ۔۔ جلد از جلد معلوم ہو جائے، قاتل کون ہے۔" میں نے فوراً کہا۔

"کیوں ۔۔ ان لوگوں کو کیا جلدی ہے۔"

"دولت کی تقسیم کا معاملہ ہے انکل نلالی صاحب۔"

"تو اب میں نلالی صاحب ہو گیا۔" انھوں نے تلملا کر کہا۔

"معاف کیجیے ۔۔ آپ کا نام ہی دراصل ایسا ہے ۔۔ کہ خودبخود

زبان پھسل جاتی ہے۔"

"جب میں تمھیں تھانے کے چکنے فرش پر گھسیٹوں گا تو اس وقت تم چاروں کے پَیر پھسلیں گے۔ زبانیں نہیں۔"

"یہ ہمارے لیے بالکل نئی اطلاع ہے۔" آفتاب مسکرایا۔

"اس وقت چلتے پھرتے نظر آؤ۔ پھر کسی وقت آکر اپنی یہ بھونڈے انداز کی تفتیش شروع کرنا۔"

"جو حکم آپ کا۔ ہم اس دوران ایک اور ضروری کام کر آتے ہیں۔ ویسے آپ کب تک چلے جائیں گے؟" آفتاب نے بُرا مانے بغیر کہا۔

"دماغ تو نہیں چل گیا۔" وہ غرّائے۔

"جی نہیں۔ ابھی نہیں چلا۔"

"جاتے ہو یا کانسٹیبلوں کے ذریعے نکلواؤں یہاں سے۔"

"انھیں تکلیف نہ دیں۔ پہلے ہی بے چارے بہت کام کرتے ہیں۔ کولھو کے بیل کی طرح۔" اشفاق نے منہ بنایا۔

"اے۔ تم میرے کانسٹیبلوں کو کولھو کا بیل کہہ رہے ہو۔" انھوں نے ہمیں کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔

"ہم نے تو صرف یہ کہا ہے کہ کولھو کے بیل کی طرح۔" میں نے گھبرا کر کہا۔

اور پھر ہم ان کی نظروں سے ڈر کر نکل بھاگے۔ ہم

نے اپنے پیچھے ان کا بلند قہقہہ سُنا۔

"ارے۔ ارے۔ کیا ہو گیا آپ لوگوں کو۔ کہاں بھاگے جا رہے ہیں؟" ہم نے شعلہ کی حیرت زدہ آواز سُنی۔ مُڑ کر دیکھا تو ایک کمرے میں شعلہ نظر آئی۔ کمرے کا دروازہ کھُلا تھا۔

"وُہ۔ وُہ۔ انسپکٹر جلالی نور آگئے ہیں۔"

"آگئے ہیں تو پھر کیا ہوا۔ وُہ انسان ہیں۔ کوئی بھُوت تو ہیں نہیں۔"

"آپ کو نہیں معلوم۔ ہمارے لیے وُہ بھُوت سے بھی بڑھ کر ہیں۔"

"بھُوت سے بھی بڑھ کر۔ وُہ کیا ہوتا ہے۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"مہا بھوت۔" آفتاب نے فوراً کہا اور وُہ ہنس پڑی۔

ہم اس وقت تک اس کے کمرے میں داخل ہو چکے تھے۔

شعلہ اس وقت دُوسرے لباس میں تھی۔ اور اس لباس میں پہلے کی نسبت بہت کمزور نظر آ رہی تھی۔

"ہم اس وقت ایک اور ضروری کام کر آتے ہیں۔ ہمارا ان کا ساتھ ذرا مشکل سے نبھتا ہے۔ آگ اور پانی والی

بات ہے۔ یا پھر شیر اور بکری والی سمجھ لیں۔ ہم پھر آ جائیں گے۔"

"اچھا۔ جیسے آپ کی مرضی۔" وہ مسکرائی۔

اور ہم گھر سے نکل آئے۔

"اور وہ ضروری کام کون سا ہے؟" اخلاق نے باہر نکلتے ہی کہا۔

"ہم اس مکان تک جائیں گے۔ کہیں وہ حضرت وہیں نہ ہوں۔"

"آپ کا مطلب ہے۔ نقلی مسٹر سرپھوکا۔" آفتاب بولا۔

"ہاں!" میں نے کہا۔

"چلیے پھر۔ یہی سہی۔"

ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر جنگل میں پہنچے۔ ٹیکسی کو سڑک پر روک کر ہم پگ ڈنڈی پر چل پڑے۔ ٹیکسی والے کو اس کا بل ادا کر دیا تھا، لیکن اس سے رُکنے کی درخواست کی تھی اور اس نے منظور کر لی تھی۔ وہ یہاں سے خالی جا کر کرتا بھی کیا۔ سواری تو کوئی مل نہیں سکتی تھی۔

آخر ہم اس مکان کے سامنے پہنچ گئے۔ اس کے دروازے پر تالا لگا ہوا تھا۔

"نہیں بھئی۔ وہ صاحب یہاں نہیں ہیں۔" میں بڑبڑایا۔

"یہ ضروری نہیں۔ ہو سکتا ہے۔ اندر ہی ہو۔" آفتاب بولا۔

"کیا مطلب۔ تالا نہیں دیکھ رہے۔"

"تالے کا کیا ہے۔ تالا لگا کر کسی کھڑکی وغیرہ کے ذریعے اندر جا سکتے ہیں۔"

"اس کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"تاکہ ہم اسے تنگ نہ کریں۔"

"پتا نہیں۔ کیا بات ہے۔ عجیب سا احساس ہو رہا ہے۔" اشفاق بول اُٹھا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"جی چاہ رہا ہے کہ اس مکان کے اندر داخل ہو کر دیکھ لیا جائے۔"

"اور اگر وہ حضرت آ گئے؟"

"تو کیا ہوا۔ ہم چوری کی نیت سے تو آئے نہیں۔ اصل مقصد تو تفتیش ہے نا۔"

"بھئی دیکھو۔ کہیں پھنس نہ جائیں۔"

"یہاں پھنسنے والی کیا بات ہے۔ دُور دُور تک کوئی نہیں ہے۔" اشفاق نے کہا۔

"خیر بھئی۔ آج تمھاری بھی مان لیتے ہیں۔" میں نے کندھے

اُچکائے۔

ہم نے مکان کے گرد ایک چکر لگایا۔ اور پھر ایک درخت پر نظریں جم گئیں۔ اس کی شاخیں مکان کی چھت تک جا رہی تھیں۔ گویا مکان کی چھت پر تو آسانی سے چڑھا جا سکتا تھا۔

"اشفاق۔ مکان کے اندر داخل ہونے کے سب سے زیادہ خواہش مند تم ہی ہو۔ لہٰذا پہل بھی تم کرو۔" میں نے اس سے کہا۔

"جی بہتر!" وہ بولا اور درخت پر چڑھنے لگا۔ جلد ہی وہ چھت پر نظر آیا۔

"زینہ دوسری طرف سے بند ہے۔ گویا نیچے اُترنے کا کوئی راستا نہیں۔"

"پھر۔ اب کیا کریں۔ واپس آ جاؤ۔"

"جی نہیں۔ آپ لوگ بھی چھت پر آ جائیں۔ شاید ہم اُتر سکتے ہیں۔" اس نے پُر جوش انداز میں کہا۔

"کیا کچھ نظر آ گیا؟" میں نے حیران ہو کر کہا۔

"یہی سمجھ لیں۔" اس نے کہا۔

اور ہم باری باری چھت پر پہنچ گئے۔ زینہ واقعی بند تھا، لیکن منڈیر سے کچھ نیچے ایک روشن دان کی طرف اشفاق

نے ہماری توجہ دلائی۔

"اگر اس روشن دان کی ایک سلاخ کو پکڑ کر لٹکا جائے تو نیچے چھلانگ لگ سکتی ہے۔ زیادہ اونچائی نہیں رہ جائے گی۔"

"تمھارے لیے تو واقعی نہیں رہ جائے گی۔" میں مسکرایا۔

"چلیے۔ میں ہی یہ کوشش کر لیتا ہوں۔"

"بسم اللہ کرو۔ اب اوکھلی میں سر تو دے ہی چکے ہیں۔" میں نے کہا۔

"نن۔ نہیں تو بھائی جان۔ یہ اوکھلی تو نہیں۔" آفتاب حیران ہو کر بولا۔

اشفاق منڈیر کو پکڑ کر نیچے لٹک گیا۔ میں نے اس کا ایک ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا۔ دوسرے ہاتھ سے اس نے روشن دان کی سلاخ پکڑ لی۔ پھر میں نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ اس نے ایک نظر نیچے ڈالی اور پھر کود گیا۔

دھم کی آواز نے ہمارے دلوں کی دھڑکنیں تیز کر دیں:

"چوٹ تو نہیں آئی اشفاق؟"

"نن۔ نہیں بھائی جان۔ اب میں کوئی دروازہ یا کھڑکی کھولنے کی کوشش کرتا ہوں۔ تاکہ آپ لوگ بھی اندر آ سکیں۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔ ہم نے پچھلی طرف ایک دروازہ دیکھا تھا۔ میرا خیال ہے۔ اسے کھول دو۔"

"جی بہتر۔"

ایک منٹ بعد وُہ دروازہ کھُل گیا۔ ہم اندر داخل ہو گئے اور دروازہ بند کر لیا۔ اب مکان کا جائزہ لیا جانے لگا۔ آخر اس کمرے تک آئے۔ جس کی الماری میں وُہ دروازہ نمودار ہوا تھا۔

ہمارے دل اور بھی تیزی سے دھڑکنے لگے۔ اشفاق الماری کی طرف بڑھا۔ اس کے دروازے پر ایک عجیب قسم کا تالا لگا ہوا تھا۔

"جب ہم آئے تھے۔ تو کیا اس وقت بھی یہی تالا لگا ہوا تھا؟"

"نہیں۔ میرا خیال ہے، تالا بدل دیا گیا ہے۔"

"اور اس کا مطلب ہے۔ وُہ حضرت اس کے بعد بھی یہاں آ چکے ہیں۔"

"آخر ہمیں کیا ضرورت ہے، اس الماری کو کھولنے کی۔ اس مکان کے تہ خانے میں اگر دولت کے ڈھیر مَوجود ہیں تو ہمیں کیا۔ یہ اس کی چیز ہے۔ ہم تو مکان کا جائزہ لینے آئے تھے۔ وُہ ہم لے چکے۔ یہاں کوئی ایسی ویسی چیز نہیں۔ جو اس شخص پر روشنی ڈال سکے۔" اخلاق نے جلدی جلدی کہا۔

"ہو سکتا ہے، ایسی کوئی چیز تہ خانے میں ہو۔" اشفاق بولا۔

"میرا خیال ہے۔ تہ خانے میں جانا بالکل بھی مناسب نہیں ہوگا۔" میں نے کہا۔

"دیکھ لیں بھائی جان۔ اتنی محنت کی ہے اندر داخل ہونے کے لیے۔ اب اگر تہ خانہ دیکھے بغیر چلے گئے تو افسوس رہے گا۔" اشفاق نے کہا۔

"اشفاق۔ آج تمھیں کیا ہو گیا ہے؟" میرے لہجے میں حیرت تھی۔

"پپ۔ پتا نہیں۔"

"اچھا خیر۔ کوشش کر لیتے ہیں۔" میں نے ہار مانتے ہوئے کہا۔

اب ہم نے تالا کھولنے کی کوشش شروع کر دی۔ اپنا مڑا تڑا تار آزما لیا۔ چابیوں کا گچھا بھی کام میں لے آئے، لیکن وُہ تالا نہیں کھُلا۔

"شاید ان حضرت کو بھی معلوم تھا کہ ہم اس طرف آنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ لہٰذا انھوں نے پہلی فرصت میں یہاں آ کر تالا بدل دیا۔ یہ کوئی خاص ہی قسم کا تالا ہے۔ زندگی میں پہلی بار دیکھ رہے ہیں۔"

"اب کیا کیا جائے؟" اشفاق نے منہ بنایا۔

"واپس جانے کے سوا ہم۔"

عین اسی وقت کسی نے دروازے پر زور سے دستک دی
ہم زور سے اچھلے۔

ہمارے دل بھی ہمارے ساتھ اچھلے تھے۔ ہم نے جلدی جلدی ایک دوسرے کی طرف دیکھا:

"یہ۔ یہ یہاں کون آگیا؟" اشفاق نے لرزتی آواز میں کہا۔

"پپ۔ پتا نہیں۔" اخلاق بولا۔

"اس وقت تو ہم اس مکان کو اپنے لیے اوکھلی کر ہی سکتے ہیں۔" آفتاب بولا۔

"چپ رہو۔ ہم بہت بُرے پھنسے ہیں۔" اشفاق نے کہا۔

"نہیں۔ ہم نکل سکتے ہیں۔ پچھلا دروازہ کھول کر چپ چاپ نکل جاتے ہیں۔"

"ہاں۔ چلیے۔"

"ویسے مجھے یقین ہے۔ یہ وہی حضرت ہو سکتے ہیں۔"

"ان کے علاوہ یہاں اور کون آسکتا ہے۔"

ہم دبے پاؤں پچھلے دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔ اسی وقت دستک ایک بار پھر ہوئی۔ اور ساتھ میں کسی نے

چلا کر کہا:

"دروازہ کھولو۔ ورنہ ہم توڑ دیں گے۔"

ہم نے پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھا:

"یہ آواز۔ نقلی سرپھوکا کی تو ہے نہیں۔"

"بالکل نہیں۔ اس کی آواز تو بہت باریک سی تھی۔ جب کہ یہ بھاری بھرکم آواز ہے۔"

"ہوں۔ پھر۔ اب کیا کیا جائے؟"

"بس وہی۔ پچھلے دروازے والی ترکیب۔"

ہم جلدی جلدی اس دروازے تک آئے۔ عین اسی وقت اس دروازے پر کوئی چیز زور سے ماری گئی۔ ہم خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے۔ کسی نے چلا کر کہا:

"اتنی دیر لگا دی۔ اب ہم توڑنا شروع کرتے ہیں۔"

"اب کیا کریں بھئی۔ یہ تو اس طرف بھی موجود ہیں۔" میں نے سرگوشی کی۔

"تب پھر۔ دروازہ کھول دیں۔ جو ہوگا۔ دیکھا جائے گا۔"

میں نے ڈرتے ڈرتے آگے قدم بڑھایا اور بولا:

"کک۔ کون ہے بھائی؟"

"دروازہ کھولتے ہو یا نہیں۔"

"ہم کون ہوتے ہیں نہ کھولنے والے۔ ہمارا کیا لگتا ہے یہ مکان۔" میں نے گھبرا کر کہا۔

"کیا کہہ رہے ہیں بھائی جان۔ بھلا مکان بھی کچھ لگتا ہے کبھی۔" آفتاب نے گڑبڑا کر کہا۔

"ہاں! لگتا تو نہیں شاید۔ لیکن کیا خبر۔ کب کچھ لگنے لگ جائے۔" میں نے سوچے سمجھے بغیر کہا۔

"پتا نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ دروازہ کھول دیں۔"

"تت۔ تم کھول دو۔ اجازت ہے۔" میں نے کہا۔

"اچھا۔" اشفاق ڈرتے ڈرتے آگے بڑھا اور بولا:

"دیکھیے۔ کوئی غلط کارروائی نہ کر بیٹھیے گا۔ ہم پُرامن طور پر دروازہ کھولنے والے ہیں۔ امن کا جواب امن سے دینا آپ کا اخلاقی فرض ہے۔"

"کیا بکواس ہے۔ دروازہ کھول نہیں رہے۔ اور باتیں بگھار رہے ہیں۔"

"واہ۔ کیا لفظ یاد دلا دیا۔ میری ماں ماش کی دال کو جب بگھار لگاتی تھی تو ساری گلی میں خوشبو پھیل جاتی تھی۔" باہر کوئی دوسری آواز آئی۔

اور ہماری سٹی گم ہو گئی۔ ابھی تک ہم یہ خیال کر رہے تھے کہ باہر کوئی ایک آدمی موجود ہے، لیکن وہاں

تو ایک سے زائد آدمی موجود تھے۔

"ہائیں۔ اب تک دروازہ نہیں کھلا۔"

"کھکھ۔ کھول رہے ہیں بھائی صاحب۔ دراصل ہم بھی بگھار والی ماش کی دال کے تصور میں ڈوب گئے تھے۔" اشفاق بولا۔ اور پھر اس نے چٹخنی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"تم کھول تو رہے ہو۔ لیکن ان سے ابھی تک ہم نے یہ نہیں پوچھا کہ وہ ہیں کون۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے۔ ڈاکو قسم کے لوگ ہوں۔"

"اگر ڈاکو قسم کے لوگ ہوں۔ تو بھی ہم کیا کر سکتے ہیں۔ دروازہ نہیں کھولیں گے تو وہ توڑ ڈالیں گے۔ اور اپنے مؤکل کا دروازہ تڑوانا کوئی اچھی بات نہیں ہوگی۔"

"مؤکل۔ یا نقلی سرچوکا۔" اخلاق بولا۔

"بھئی وہ نقلی سرچوکا ہوں یا کوئی بھی ہوں۔ ہمیں تو انھوں نے پورے دس لاکھ روپے دیے تھے۔"

"ہاں۔ یہ بھی ہے۔"

اسی وقت کوئی چیز دروازے پر برسائی جانے لگی۔ ساتھ ہی ایک نے کہا:

"یوں دروازہ نہیں کھلے گا۔ ہمیں ہاتھ پیر ہلانا ہوں گے۔"

"نن۔ نہیں۔ شریف بھائیو۔ نہیں۔ ہم دروازہ کھول

رہے ہیں:" میں نے بلند آواز میں کہا۔

"شریف بھائیو"۔ باہر سے حیرت زدہ آواز میں کہا گیا۔

"گگ ۔ کیوں ۔ کیا آپ ۔ شریف لوگ نہیں ہیں؟"

"دروازہ کھول کر کیوں نہیں دیکھ لیتے۔" باہر سے تلملا کر کہا گیا۔

اور آخر اشفاق نے چٹخنی گرا دی ۔ ساتھ ہی جلدی سے ایک طرف ہٹ گیا ۔ دروازہ دھڑام سے کھلا اور دوسرے لمحے ہم حیرت زدہ رہ گئے ۔

وہاں انسپکٹر جلالی نور کے کانسٹیبل موجود تھے ۔

جنگل کی رپورٹ

"پکڑے گئے نا آج۔" ایک نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب ۔ پکڑے کس طرح گئے۔" میں نے بھنا کر کہا۔

"اور پکڑے جانا کیا ہوتا ہے ۔ اسی کو تو کہتے ہیں ۔ رنگے ہاتھوں پکڑے جانا۔"

"ارے میاں ۔ یہ ہمارے مؤکل کا مکان ہے۔" آفتاب نے تیز آواز میں کہا۔

"کیا !!!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا ۔ وہ تعداد میں چار تھے ۔

"ہاں ! یہ ہمارے مؤکل کا مکان ہے۔"

"لیکن دروازے پر تو تالا لگا ہوا ہے ۔ اس طرف سے داخل ہونے والے کو ہم چور ہی کہہ سکتے ہیں ۔ ہاں آپ کے مؤکل اگر آکر یہ بیان دے دیں گے کہ آپ ان کی مرضی سے اندر داخل ہوئے تھے تو آپ کو چھوڑ دیا جائے

گا۔"

"چھوڑ دیا جائے گا۔ تت۔ تو کیا آپ ہمیں گرفتار کریں
گے۔" میں نے گھبرا کر کہا۔

"ہاں جناب۔ مجبوری ہے۔ یہ تو کرنا ہوگا۔" ایک نے
کندھے اچکائے۔ انداز بہت طنزیہ تھا۔

"آخر آپ لوگ یہاں تک پہنچ کیسے گئے؟"

"جب آپ محل سے روانہ ہوئے۔ انسپکٹر صاحب نے ہمیں
تعاقب کی ہدایات دے دیں۔ جیپ ہمارے پاس موجود تھی،
لہٰذا ٹیکسی کا محتاط انداز میں تعاقب کرنا کیا مشکل تھا۔"

"ہوں! لیکن انکل جلالی نور کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت
تھی۔"

"یہ وہ جانیں۔ آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہے۔"

"اب اس کھلے دروازے کا کیا کریں۔ اصولی طور پر تو
اس دروازے کو بند کرنا پڑے گا۔"

"ہم کیا کر سکتے ہیں۔" کانسٹیبلوں نے کندھے اچکا دیے۔

آخر ہم نے صرف کنڈی لگائی اور ان کے ساتھ جیپ
میں بیٹھ گئے۔ انھوں نے ہمیں ہتھکڑیاں لگانے کی کوشش
نہیں کی۔ ہم نے اطمینان کا سانس لیا۔

سڑک پر پہنچے تو ٹیکسی ڈرائیور اونگھ رہا تھا:

"ایک منٹ جناب۔ ہم اس بے چارے کا حساب کتاب
تو کر دیں۔" میں نے کہا۔

"جلدی کرو۔" کانسٹیبل غرّایا۔

میں چھلانگ لگا کر ٹیکسی کے پاس پہنچا اور ڈرائیور کے
کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا:

"آپ اپنے یہاں ٹھہرنے کا معاوضہ لے لیں جناب۔ ہم
آپ کے ساتھ نہیں جا سکیں گے۔"

"گگ۔ کیوں۔" وہ ہکلایا۔

"اس لیے کہ سرکاری میزبان ہمیں لینے کے لیے پہنچ گئے
ہیں۔" میں نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"سرکاری میزبان۔" اس نے حیران ہو کر کہا اور پھر اس کی
نظریں کانسٹیبلوں پر پڑیں:

"ارے باپ رے۔ یہ حضرات کہاں سے آ گئے یہاں؟"
اس نے گھبرا کر کہا۔

"بس۔ یہ لوگ تو فرشتے ہیں۔ ہر جگہ آ موجود ہوتے ہیں،
آپ اپنا بل لے لیں۔"

اس نے بل وصول کر لیا۔ اور ہم جیپ میں بیٹھ گئے:

"انسپکٹر صاحب آپ پر بگڑیں گے۔" ایسے میں میں نے مسکرا
کر کہا۔

"کیوں۔کیا بات ہے؟" ایک کانسٹیبل نے مجھے گھورا۔

"آپ سے ایک غلطی ہو چکی ہے۔" میں بولا۔

"آخر کیا۔پہیلیاں کیوں بجھوا رہے ہو؟" اس نے بھنا کر کہا۔

"آپ لوگوں نے اس مکان کی تلاشی نہیں لی۔"

"اوہ!" وہ دھک سے رہ گئے، پھر اسی کانسٹیبل نے غصے میں آکر کہا:

"یہ بات آپ نے پہلے کیوں نہیں بتائی تھی؟"

"آپ نے یہ کب پوچھا تھا کہ ہم سے کوئی غلطی تو سرزد نہیں ہو رہی؟" آفتاب مسکرایا۔

"یہ تو ہم نے اب بھی نہیں پوچھا۔"

"بس ہمیں آپ پر ترس آگیا۔"

"تم لوگ بہت شرارتی ہو۔ خیر سمجھیں گے تم سے۔" دوسرا کانسٹیبل بولا۔

وہ جلتے بھنتے واپس لوٹے۔ ہمیں بھی ساتھ لیا۔ ایک بار پھر ہم اس گھر میں داخل ہوئے۔انھوں نے پورے مکان کو دیکھ ڈالا۔لیکن کوئی خاص بات یا خاص چیز نظر نہ آئی:

"بلاوجہ وقت ضائع کیا۔" ایک نے بھنا کر کہا۔

"لیکن اب آپ بے خوف ہو کر یہ کہہ سکیں گے کہ ہاں، تلاشی لے آئے ہیں۔" آفتاب بولا۔

"یہ تو ہے۔"

پولیس کی جیپ محل کے سامنے رکی۔ ہم کانسٹیبلوں کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔ سامنے سے انسپکٹر جلالی نور چلے آرہے تھے۔ہمیں دیکھ کر ان کے اٹھتے قدم رک گئے:

"تم پھر آگئے۔"

"ہم آئے نہیں جناب۔ لائے گئے ہیں۔ آپ کہتے ہیں تو ابھی لوٹ جاتے ہیں۔"

"نہیں جناب۔ یہ اس طرح نہیں جا سکتے۔ پہلے رپورٹ سن لیں۔"

عین اسی وقت شعلہ اور لاوا صاحب بھی ادھر آنکلے:

"اوہو۔ شوکی برادرز آپ آگئے۔"

"جی بس۔ آئے کیا ہیں۔ یہ لوگ پکڑ کر لے آئے ہیں۔" آفتاب نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"پکڑ کر لے آئے ہیں۔کیا مطلب؟"

"یہ چاہتے ہیں ۔۔ ہم آپ کے ڈیڈی کے قاتل کا سراغ نہ لگا سکیں۔"

"کیوں انسپکٹر صاحب۔آپ ایسا کیوں چاہتے ہیں۔اور

آپ کو ایسا چاہنے کی کیا ضرورت ہے؟

"ہم ایسی کوئی بات نہیں چاہتے۔ یہ اس کا ہم پر سراسر الزام ہے۔ یہ لوگ حد سے بڑھتے جا رہے ہیں۔ میں اب انھیں تگنی کا ناچ نچاؤں گا۔ ہاں بھئی۔ رپورٹ کیا ہے؟" یہ کہتے ہوئے وہ اپنے ماتحتوں کی طرف مُڑا۔

ایک ماتحت نے جنگل کی رپورٹ کر سنائی۔ انکل جلالی نور کی آنکھوں میں چمک نمودار ہوئی، انھوں نے چہک کر کہا:

"بہت خوب! اب آئے گا مزا۔ یہ لوگ اس مکان میں غیر قانونی طور پر داخل ہوئے ہیں۔ ان پر مقدمہ بناؤ۔" یہ کہ کر انھوں نے اپنے اسسٹنٹ کی طرف دیکھا۔

"ابھی لیجیے سر۔" اس نے فوراً کہا۔

"ایک منٹ۔ اگر یہ حرکت غیر قانونی تھی۔ اور ہم پر مقدمہ قائم کرنا ضروری ہے تو پھر اپنے اُن کانسٹیبلوں پر بھی مقدمہ درج کریں۔"

"کیا مطلب۔ انھوں نے کیا کیا ہے؟"

"یہ بھی اس مکان میں غیر قانونی طور پر داخل ہوئے ہیں۔"

"یہ تو تم لوگوں کو گرفتار کرنے کے لیے داخل ہوئے ہوں گے۔" جلالی نور نے جل کر کہا۔

"نہیں۔ یہ ہمیں گرفتار کرنے کے بعد بھی داخل ہوئے تھے۔"

"کیوں۔ تم نے ایسا کیوں کیا؟"

"وہ۔ سر وہ۔" کانسٹیبل ہکلایا۔

"وہ سر وہ کیا۔ صاف صاف جواب دو۔" جلالی نور غرّائے۔

"انھوں نے ہی تجویز پیش کی تھی کہ ہم لوگوں کو مکان کی تلاشی لینی چاہیے۔"

"ہوں۔ تو یہ تمھاری شرارت ہے۔" انھوں نے ہمیں گھورا۔

"آپ اس کو شرارت کہتے ہیں۔ کمال ہے۔" میں نے کندھے اچکائے۔

"خیر۔ دیکھوں گا تم لوگوں کو۔" وہ غرّائے۔

"حیرت ہے انکل۔ ابھی آپ نے ہمیں دیکھا ہی نہیں۔" میں نے آنکھیں نکالیں۔

"یہ قتل صرف اور صرف تم نے کیا ہے۔ اور میں یہ بات بہت جلد ثابت کر دوں گا۔ اس کے بعد میں تم سے آٹے دال کا بھاؤ پوچھوں گا۔"

"وہ تو آپ اس وقت بھی پوچھ سکتے ہیں۔" آفتاب بولا۔

"نہیں۔ ابھی مزا نہیں آئے گا۔"

"پتا نہیں۔ آپ کو مزا کب آئے گا۔ ایک زمانہ گزر گیا،

یہ جملہ سنتے ہوئے۔" اشفاق نے جل کر کہا۔

"یہ — یہ کس مکان کا ذکر کیا ہے انھوں نے؟" ہم نے شعلہ کی خوف زدہ آواز سُنی۔

"جنگل میں واقع ایک مکان کا — ان کا کہنا ہے کہ ان کے پاس جو صاحب سرپھوکا کے میک اَپ میں آئے تھے وُہ انھیں اس مکان تک لے گئے تھے۔ اور انھوں نے انھیں معاوضہ وہیں سے دیا تھا۔"

"جہاں تک میرا خیال ہے۔ انھوں نے پہلے یہ نہیں بتایا تھا کہ معاوضہ انھیں اس مکان تک لے جا کر دیا گیا ہے۔" شعلہ بولی۔

"ہاں! میرا بھی یہی خیال ہے، لیکن اس سے کیس کی صُورتِ حال میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔" انکل جلالی نور بولے۔

"ہاں! آپ ٹھیک کہتے ہیں۔" شعلہ نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"آپ اس مکان کا ذکر سُن کر کچھ پریشان سی ہو گئیں۔ خیر تو ہے۔"

"میں سوچ رہی ہوں۔ آخر وُہ کون ہے اور اس کا جنگل والے اس مکان سے کیا تعلق ہے۔ کہ وُہ اپنی نقدی اس مکان میں رکھتا ہے۔ آج کے دور میں یہ بات کس

قدر عجیب لگتی ہے۔ اب تو بنکوں کا دَور ہے۔ جنگل میں رکھنے کے بارے میں تو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔"

"ہاں! یہ بات بھی ٹھیک ہے۔ لیکن ان سوالات کے جواب تو وہی دے سکتے ہیں۔ یعنی نقلی سرپھوکا۔" انکل جلالی نور بولے۔

"اب آپ لوگوں کا کیا پروگرام ہے؟" شعلہ نے کچھ سوچ کر پُوچھا۔

"اگر انسپکٹر صاحب فارغ ہو گئے ہوں تو ہم کام مکمل کرنا چاہتے ہیں۔ نصف کے قریب کام تو ہو چکا ہے۔"

"ہم لوگ جا رہے ہیں۔ اب تم شوق سے یہاں جھک مارو۔" انکل نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"شکریہ جناب۔" میں بولا۔

پولیس پارٹی چلی گئی۔ ہم نے اسی کمرے میں ڈیرہ جمایا اور عادل کو بُلایا:

"مسٹر عادل۔ آپ کا اس قتل کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"کوئی خیال نہیں ہے۔" اس نے منہ بنا کر کہا۔

"کیا مطلب۔ کیا آپ کوئی اندازہ نہیں لگا سکے کہ یہ کام کس کا ہو سکتا ہے؟"

"کیوں نہیں لگا سکے۔ یہ کام صرف اور صرف شعلہ کا ہو سکتا ہے۔" اس نے کہا۔

"ارے ارے۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟"

"میرا یہی خیال ہے۔" اس نے کہا۔

"شاید اس لیے کہ آپ اس کے سوتیلے بھائی ہیں۔ اور دُوسرے یہ کہ آپ کے والد نے وصیت نامے میں آپ کے نام کچھ بھی نہیں کیا۔"

"ہاں! یہ تو خیر ٹھیک ہے۔ تو پھر۔ کیا یہ ان کی ناانصافی نہیں ہے۔"

"اگر ہماری ان سے ملاقات ہوئی ہوتی تو ہم یہ بات ان سے ضرور پوچھتے۔ ہم اپنے طور پر کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ یہ ناانصافی ہے یا نہیں۔"

"نہیں۔ لیکن ہے یہ ناانصافی اور ہم اس ناانصافی کو عدالت میں ثابت کریں گے۔"

"ضرور کریں۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ تو آپ کے خیال میں یہ قتل شعلہ نے کیا ہے؟"

ہاں۔ بالکل۔ اس کے سوا کوئی شخص یہ کام نہیں کر سکتا تھا۔"

"لیکن ہمارا خیال بالکل مختلف ہے۔ شعلہ صاحبہ بہت

کمزور ہیں۔ وہ اس قدر طاقت کا کام نہیں کر سکتی تھیں۔ اور پھر انھیں تو ایسا کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں تھی۔ آخر کو وہی ساری دولت اور جائداد کی مالک تھیں۔"

"آپ اس کو نہیں جانتے۔ وہ ایک زہریلی ناگن ہے۔"

"شکریہ۔ آپ جا سکتے ہیں۔" میں نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"شاید آپ کو میری باتیں بُری لگی ہیں۔"

"ہاں! یقیناً۔"

"مجھے افسوس ہے۔ میں شاید غصّے میں آکر یہ باتیں کر گیا۔ اچھا۔" یہ کہہ کر وہ ایک جھٹکے سے اُٹھا اور کمرے سے نکل گیا۔

ہم نے ارکو کے ذریعے دُوسرے بھائی عاقل کو بلایا۔ پھر ثاقب کو۔ ان دونوں نے بھی بالکل عادل جیسی باتیں کیں۔ اب صرف ارکو اور شرکو رہ گئے تھے۔ ہم نے انھیں ایک ساتھ ہی بُلا لیا۔

"آپ دونوں اس گھر کے بہت اہم ممبر ہیں۔ اور آپ دونوں بھی قاتل ہو سکتے ہیں۔ جتنا موقع گھر کے افراد کو حاصل تھا۔ اتنا ہی آپ کو بھی حاصل تھا۔ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟"

"آپ جو جی چاہے اندازہ لگا سکتے ہیں، لیکن ثبوت کے بغیر آپ کیا کر سکتے ہیں۔"

"ثبوت ہم حاصل کر لیا کرتے ہیں۔ پہلے تو ہمیں یہ اندازہ لگانا ہے کہ مجرم ہے کون۔ ثبوت کی تلاش بعد میں کریں گے۔" میں نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"ہمیں صاحب کو قتل کر کے کیا فائدہ ہو سکتا تھا۔ ہمیں کیا ملا۔ خاک بھی نہیں۔ حالانکہ پورے محل میں انھیں سب سے زیادہ اعتماد ہم پر تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو دروازوں کی چابیاں ہمیں کیوں دی جاتیں۔"

"یہ تو ہے۔ ہم خود بھی یہ بات محسوس کر چکے ہیں۔ آپ کب سے یہاں ملازم ہیں؟"

"قریباً دس سال سے۔ تنخواہ ضرور ہمیں بہت اچھی ملتی رہی ہے۔ اور بھی کوئی تکلیف کبھی سرپھوکا صاحب نے نہیں ہونے دی۔ لیکن یہی تکلیف کیا کم ہے کہ وصیت نامہ لکھتے وقت انھوں نے ہمیں یاد نہیں رکھا۔" ارکو جلدی جلدی بولا۔

"لیکن بھئی۔"

عین اسی وقت ہم نے شعلہ کی چیخ سُنی۔

بند کمرہ

ہم دوڑ کر باہر نکلے۔ صحن میں شعلہ حیرت کا بُت بنی کھڑی تھی۔ اور باقی لوگ اسے حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ فون کا ریسیور سٹینڈ کے ساتھ لٹک رہا تھا۔ اسے کریڈل میں نہیں رکھا گیا تھا۔

"کیا بات ہے۔ خیریت تو ہے۔" میں نے آگے بڑھ کر ریسیور کریڈل پر رکھتے ہوئے کہا۔

"حیرت انگیز۔ بلکہ خوف ناک۔" شعلہ بڑبڑائی۔

"کیا چیز حیرت انگیز بلکہ خوف ناک۔ اس طرح ہم کیا سمجھ سکتے ہیں۔" آفتاب بولا۔

"م۔ میں نے۔ بنک مینجر کو فون کیا تھا۔ یہ معلوم کرنے کے لیے کہ بنک میں ڈیڈی کی کتنی رقم جمع ہے۔ اس طرف سے ایک خوف ناک جواب ملا۔"

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ بنک میں ان کے صرف چند سو روپے ہیں۔"

"کیا!!!" سب کے سب چلّا اُٹھے۔

"ہاں! جب کہ ہم سب کا اندازہ یہ ہے کہ ان کے کروڑوں روپے بنک میں موجود ہونے چاہییں۔"

"اس میں کیا شک ہے۔ ہم نے ہمیشہ یہی دیکھا ہے۔ لاکھوں روپے کے چیک نکلوائے جا رہے ہیں۔ لاکھوں روپے جمع کرائے جا رہے ہیں۔"

"لیکن اب۔ اب وہاں کچھ بھی نہیں ہے۔"

"آپ انہیں پھر فون کریں اور پُوچھیں کہ کیا پچھلے دنوں کوئی بہت بڑی رقم نکلوائی گئی ہے اور اگر نکلوائی گئی ہے تو کس کے ذریعے؟" میں نے کہا۔

"اچھی بات ہے۔" شعلہ بولی اور پھر بنک مینجر کو فون کیا۔ ایک منٹ تک بات کرنے کے بعد اس نے کہا:

"بنک سے تمام رقم خود ڈیڈی نے نکلوائی تھی۔ وُہ خود بنک گئے تھے۔ جب کہ اس سے پہلے وُہ بنک خود نہیں جاتے تھے، رقم انھوں نے کار کی ڈکی میں رکھوائی تھی اور چلے گئے تھے۔"

"اُف مالک۔ تب تو۔ تب تو یہ ضرور اس شخص کا کام ہے۔" میں نے کانپ کر کہا۔

"آپ کا مطلب ہے۔ اس نقلی سرچھوکا کا۔"

"ہاں! اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"ابھی تک ہم نے ایک اہم بات آپ لوگوں سے نہیں پُوچھی۔ کیا سرچھوکا صاحب کا کوئی بہت قریبی دوست بھی ہے۔ جو یہاں اکثر آتے جاتے بھی رہتے ہوں؟" میں نے کچھ سوچ کر پُوچھا۔

"جی ہاں۔ بالکل ہیں۔ اور ان کا نام شوکت بھاٹا ہے۔"

"شوکت بھاٹا۔ یہ صاحب کیا کرتے ہیں؟"

"ٹھیکے دار ہیں، سڑکیں بنانے کے ٹھیکے لیتے ہیں۔"

"شکریہ۔ آخری بار یہ صاحب سرچھوکا سے ملنے کب آئے تھے؟"

"بہت دن سے نہیں آئے۔ سنا ہے۔ ان دنوں کہیں باہر گئے ہوئے ہیں۔"

"اوہو اچھا۔ ویسے یہ رہتے کہاں ہیں؟"

"ارشاد ٹاؤن کوٹھی نمبر دو سو بارہ۔"

"شکریہ۔ ہم فوری طور پر ان سے ملنے کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں، لیکن آپ لوگوں کا کہنا ہے کہ وُہ کہیں گئے ہوئے ہیں۔ اس کا مطلب ہے۔ وُہ جہاں کہیں بھی گئے ہوئے ہیں، ہمیں بھی وہیں جانا ہوگا۔ اور اس جگہ کا

بتا ان کے گھر والے ہی بتا سکیں گے۔ کیا خیال ہے آپ کا؟"

"ہمارا یہ خیال نہیں ہے۔ بلکہ ہو ہی نہیں سکتا، کیونکہ مسٹر شوکت بھاٹا اس دنیا میں بالکل اکیلے ہیں۔ ان کا کوئی عزیز۔ رشتے دار نہیں ہے۔"

"اوہ۔ تب ہم ان کے بارے میں کس طرح معلوم کر سکتے ہیں۔"

"کسی طرح بھی نہیں۔ وہ اس شہر میں ہیں ہی نہیں۔"

"خیر۔ اس کے باوجود ہم ان کے گھر ضرور جائیں گے۔" میں نے کچھ سوچ کر کہا اور اٹھ کھڑا ہوا:

"تو کیا۔ اسی وقت جائیں گے۔" آفتاب نے پوچھا۔

"ہاں! پہلے ہی ہم بہت دیر کر چکے ہیں۔ ہمیں تو یہ کام سب سے پہلے کرنا چاہیے تھا۔"

اسی وقت دروازے کی گھنٹی بجی۔ ادکو دروازہ کھولنے چلا گیا۔ جلد ہی اس کے ساتھ انکل جلالی نور آتے نظر آئے:

"اوہو۔ تم لوگ ابھی تک یہیں موجود ہو۔"

"اور آپ اتنی جلدی پھر کیوں آ گئے؟"

"کچھ باتیں رہ گئی تھیں۔ وہی معلوم کرنے آیا ہوں۔ لیکن تم لوگوں کے سامنے نہیں پوچھوں گا۔" انھوں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"فکر نہ کریں۔ ہم ذرا باہر جا رہے ہیں۔"

اور ہم باہر نکل آئے۔ ارشاد ٹاؤن میں کوٹھی نمبر ۲۱۲ تلاش کرنے میں ذرا بھی دقت نہ ہوئی۔ لیکن اس کے گیٹ پر بڑا سا تالا لگا ہوا تھا۔ میں نے ساتھ والی کوٹھی کے دروازے پر دستک دی۔ فوراً ہی ایک ادھیڑ عمر آدمی باہر نکلا:

"کیا بات ہے بھئی؟" اس کے لہجے میں قدرے حیرت تھی۔

"یہ۔ مسٹر شوکت بھاٹا کہاں چلے گئے۔ ہم ان سے ملنے آئے تھے۔"

"پندرہ بیس دن سے نظر نہیں آئے۔ کسی کو بتا کر بھی نہیں گئے۔ ہاں ان کا کوئی دوست ہے۔ اس کو چابی ضرور دے گئے ہیں۔ وہ دوسرے تیسرے دن آتا ہے۔ کوٹھی کی صفائی وغیرہ کرانے کے لیے پودوں کو پانی دینے کے لیے۔"

"وہ دوست کون ہے۔ کہاں رہتا ہے۔ یہ بھی نہیں بتا سکتے آپ؟"

"نہیں۔ دراصل آج کل زندگی اس قدر مصروف ہو گئی ہے۔ کسی کو کسی دوسرے کے بارے میں معلوم کرنے کی بھی فرصت نہیں رہی۔" اس نے شرمندہ ہو کر کہا۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔"

اور ہم پیچھے ہٹ آئے۔ اور کر ہی کیا سکتے تھے۔

"یُوں تو کام نہیں چلے گا۔ ہمیں ان صاحب سے ملنا ہوگا۔" میں بڑبڑایا۔

"لیکن یہ صاحب تو اس شہر میں ہیں ہی نہیں۔" اشفاق بولا۔

"ہاں! لیکن ان کا جو دوست صفائی کرانے کے لیے آتا ہے، وُہ ضرور ان کا پتا بتا سکتا ہے۔"

"اور وُہ کب آتا ہے۔ یہ ہمیں معلوم نہیں۔"

"کوئی بات نہیں۔ ہم باری باری اس گھر کی نگرانی کریں گے، یعنی صبح سے سورج غروب ہونے تک۔"

"بات یہ بھی ٹھیک ہے۔" اخلاق نے فوراً کہا۔

"تو پھر سب سے پہلے تمھاری باری۔ تم صرف تین گھنٹے تک یہاں موجود رہو گے۔ تین گھنٹے بعد تمھاری جگہ اشفاق لے لے گا، اشفاق کے بعد آفتاب اور پھر میں۔"

"ترکیب شان دار ہے۔"

اخلاق کو وہاں چھوڑ کر ہم چلے آئے۔ کچھ سوچ کر ہم انکل کاشان کے پولیس اسٹیشن پہنچے۔ وُہ ہمیں دیکھ کر مسکرائے:

"سُنا ہے۔ آج کل بہت اونچے اُڑ رہے ہو۔ دس دس لاکھ معاوضہ لے رہے ہو۔"

"جی بس۔ ہم کیا لے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دے رہے ہیں۔"

"ہوں! میری یاد کس طرح آگئی۔"

"ایک کوٹھی میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ کوٹھی کے گیٹ پر بڑا سا تالا لٹک رہا ہے، سُنا ہے کہ اس کا مالک کسی دُوسرے شہر گیا ہوا ہے۔"

"پھر تو۔ تمھیں انتظار کرنا چاہیے۔" اس نے کہا۔

"یہی تو مصیبت ہے۔ ہم انتظار بھی تو نہیں کر سکتے۔ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں۔"

"وہی دس لاکھ والا ہی کیس ہے کیا؟"

"جی ہاں! لیکن آپ کو یہ باتیں کس نے بتائیں؟" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"اِنسپکٹر جلالی نُور سے مُلاقات ہوئی تھی۔" وُہ مسکرائے۔

"اوہ! ہاں تو! اس سلسلے میں کیا مدد کر سکتے ہیں؟"

"جب اس کوٹھی کا مالک شہر سے باہر گیا ہے تو ہم اس کی تلاشی کس طرح لے سکتے ہیں۔ اس طرح تو وُہ ہم پر کیس کر دے گا۔"

"خصوصی اجازت لے کر۔ کیوں کہ یہ معاملہ سرپھوکا کے قتل کا ہے۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔ چند سیکنڈ تک وُہ سوچ میں گم رہے، پھر بولے:

"میں کوشش کر دیکھتا ہوں۔"

"بہت بہت شکریہ۔"

وہ اپنی کوشش میں مصروف ہو گئے۔ آدھ گھنٹے کے بعد انھوں نے کہا:

"اجازت نامہ مل گیا ہے۔ اور یہ آئی جی صاحب کی مہربانی سے ہوا۔"

"تو کیا ہم اسی وقت چل رہے ہیں؟"

"ہاں بالکل۔ بس چند منٹ اور۔ میرا آدمی اجازت نامہ لے کر آنے ہی والا ہے۔"

پندرہ منٹ بعد ہم پھر شوکت بھاٹا کی کوٹھی کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔ جب پولیس کی گاڑی وہاں رکی تو وہی ادھیڑ عمر پڑوسی نکلا اور حیران ہو کر پولیس کو دیکھا۔ اخلاق بھی ہم تک پہنچ گیا۔ اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

انوار عالم صاحب کی مہربانی سے ایک مجسٹریٹ بھی ہمارے ساتھ تھے۔ ان کی موجودگی میں تالا توڑا گیا۔ پڑوسی حیرت زدہ انداز میں ہماری طرف دیکھتا رہا، لیکن بولا کچھ نہ۔۔۔

"آؤ شوکی۔ دیکھ لو۔ اندر کیا دیکھنا ہے۔" انکل کاشان بولے۔

ہم نے پوری کوٹھی کو دیکھا۔ کہیں کوئی خاص چیز نظر نہ آئی۔ البتہ ڈرائنگ روم میں ہم ٹھٹک کر رہ گئے۔ آتش دان

کے اوپر فریم کی ہوئی دو تصویریں لگی تھیں۔ ایک تصویر یقیناً سر پھوکا کی تھی۔ جب کہ دوسری شاید شوکت بھاٹا کی۔

ہم ان دونوں تصویروں کو کئی سیکنڈ تک ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے رہے۔ پھر تو میں زور سے اچھلا اور دھڑام سے گرا۔

○

"ارے ارے۔ کیا ہوا بھئی۔"

"میں۔ مجھے دراصل حیرت کا دھکا لگا ہے۔" میں نے گھبرا کر کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"حیرت کا دھکا۔ اتنا شدید ہوتا ہے۔" انکل کاشان کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! اس سے بھی شدید ہو سکتا ہے۔"

"لیکن حیرت کس بات پر ہوئی؟"

"ان دونوں تصویروں کو دیکھ کر۔ آپ بھی ذرا ان کو غور سے دیکھیں۔"

"میں۔ میں تو دیکھ چکا ہوں، لیکن مجھے تو کوئی حیرت کے قابل بات نظر نہیں آئی۔"

"شاید اس لیے کہ آپ کو ساری کہانی معلوم نہیں ہے۔"

"ہاں — ہو سکتا ہے یہی بات ہو، لیکن تم بتاؤ بھی تو۔"

"ایسے مزا نہیں آئے گا انکل، پہلے ہم ان صاحب سے ملاقات کر لیں۔"

"ملاقات کر لیں — لیکن کس طرح — وہ تو — کسی دوسرے۔"

"جی نہیں — وہ اسی کوٹھی کے ایک کمرے میں موجود ہے — ہم نے ایک کمرے کے دروازے پر تالا لگا دیکھا ہے — اور اس کی کھڑکی میں سلاخیں نہیں ہیں — پچھلا دروازہ کھول کر باہر تالا لگا کر کوئی بھی اندر آرام سے وقت گزار سکتا ہے۔" میں نے جلدی جلدی کہا۔

"ل — لیکن — اس کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت ہے — یہ تو اس کا اپنا گھر ہے۔"

"جی نہیں — ایسی کوئی بات نہیں — آئیے میں آپ کو دکھاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں انھیں بند کمرے کے دروازے پر لے آیا — اور آہستہ سے دستک دینے کے بعد کہا:

"مسٹر سرپھوکا — ہم کمرے کے باہر موجود ہیں — مہربانی فرما کر دروازہ کھولیے — اب اس معاملے کو ختم ہو جانا چاہیے۔"

"کیا کہا — سرپھوکا — شوکی — تمھارا دماغ تو نہیں چل گیا — اندر سرپھوکا کہاں سے آئے — وہ تو قتل کر دیے

گئے ہیں۔" انکل بولے۔

"ایک منٹ انکل۔"

اسی وقت قدموں کی چاپ سنائی دی — پھر دروازہ کھلا — اشفاق، آفتاب اور انکل کاشان نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھا —

سرپھوکا ان کے سامنے کھڑے تھے — ان کے چہرے پر ایک اداس مسکراہٹ ناچ رہی تھی —

کیا کریں

"نقلی سرچھوکا صاحب ۔ السلامُ علیکم۔" آفتاب نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"نہیں مکھن۔ یہ نقلی نہیں۔ بالکل اصلی سرچھوکا ہیں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"جی۔ کیا فرمایا۔ یہ بالکل اصلی سرچھوکا ہیں۔"

"ہاں۔ لیکن یہ باتیں یہاں کرنے کی نہیں۔ ہمیں ابھی اور اسی وقت ان کی کوٹھی میں۔ ان کے گھر کے افراد کے درمیان جا کر کرنا ہوں گی یہ باتیں۔ آپ کا کیا خیال ہے سرچھوکا؟"

"جو آپ کا۔" انھوں نے منہ کھولا۔

یہ بالکل وُہی آواز تھی جو ہم اپنے کمرے میں سُنتے رہے تھے۔ آخر ہم جیپ میں بیٹھ کر ان کی کوٹھی کی طرف روانہ ہوئے۔ ان سب کا مارے حیرت کے بُرا حال تھا، لیکن جو بُرا حال ان کے گھر کے افراد کا ہونے والا تھا۔ وُہ میں

پہلے ہی محسوس کر چکا تھا۔

ادکو نے دروازہ کھولا۔ اور پھر تڑسے گر کر بے ہوش ہو گیا۔ ہم اسے جُوں کا تُوں چھوڑ کر اندر داخل ہوئے، پھر تو سب گھر والے لرزنے اور کانپنے لگے۔ ان کی گھگھی بندھ گئی۔

"آپ لوگوں کو آخر کیا ہو گیا ہے؟" میں نے کہا۔

"کیا آپ کو نہیں معلوم۔ سرچھوکا کی رُوح آپ کے ساتھ ہے۔" لاوا صاحب بولے۔

"ہمارے ساتھ۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں بالکل۔ یہ۔ یہ رہی۔"

ادھر ہم ہر ایک کا جائزہ لے رہے تھے۔ سب سے زیادہ حیرت اور خوف ہمیں شعلہ کے چہرے پر نظر آ رہا تھا۔

"اوہ! میں سمجھ گئی۔ یہ وُہی نقلی سرچھوکا ہیں۔ جنھوں نے آپ سے ملاقات کی تھی۔" ایسے میں بیگم سرچھوکا کے منہ سے نکلا۔

"جی نہیں۔ یہ نقلی سرچھوکا نہیں ہیں۔ بلکہ سَو فیصد اصلی ہیں۔"

"یہ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر یہ بالکل اصلی ہیں۔ تو پھر جو صاحب قتل ہوئے۔ وُہ کون تھے۔ کیا وُہ نقلی سرچھوکا تھے۔" شعلہ نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔

"ہاں! بالکل۔ وُہ نقلی تھے۔"

"نن۔ نہیں۔" شعلہ زور سے چلّائی۔

"شاید آپ کو بہت حیرت ہوئی مس شعلہ۔ اس لیے کہ آپ نے تو اپنے ڈیڈی ہی کو قتل کیا تھا۔ اپنے خیال میں۔"

"کک۔ کیا۔ کیا کہا؟"

اس بار دُوسروں کے ساتھ سرسوکا کی چیخ بھی بہت تیز تھی۔ اور پھر ان کی آنکھیں مارے حیرت کے اُبل پڑیں:

"یہ۔ یہ آپ نے کیا کہ دیا مسٹر شوکی۔ ایسا تو میں نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔ کیا میری اپنی بیٹی نے میرے قتل کا منصوبہ بنایا تھا؟"

"ہاں۔ بالکل۔ لیکن پہلے آپ بتائیں۔ آپ کی جگہ آپ کے دوست شوکت بھاٹا کس طرح قتل ہو گئے۔ اور وُہ آپ کے میک اَپ میں کیوں تھے؟" میں نے بے چین ہو کر پوچھا، کیونکہ یہ بات ابھی مجھے بھی معلوم نہیں تھی۔

"شوکت بھاٹا کا اکثر میرے پاس آنا جانا تھا۔ وُہ اس دنیا میں میرا مخلص ترین دوست تھا۔ ایک دن اس نے مجھ سے کہا کہ۔ گھر کے افراد مجھے قتل کرنے کے چکر میں ہیں، میں نے اس کا مذاق اڑایا۔ لیکن وُہ سنجیدہ تھا۔ پھر اس نے مجھے مشورہ دیا کہ میں اپنی وصیت لکھ کر وکیل کے

حوالے کر دوں۔ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ میں نے سوچا۔ میری بیٹی کے علاوہ کوئی بھی میری موت کا خواہش مند ہو سکتا ہے۔ کم از کم میری بیٹی نہیں ہو سکتی؛ چنانچہ میں نے اپنی ساری دولت بیٹی کے نام لکھ دی۔ ادھر میرا دوست چہرے پڑھنے کا بہت ماہر تھا۔ وُہ چہرے پڑھ کر مجھے خطرے سے آگاہ کرتا رہا۔ ایک دن مجھے یہاں لے آیا۔ اور کہنے لگا۔ اب میں آپ کو اس محل میں ہرگز نہیں رہنے دوں گا۔ بلکہ آپ کے میک اَپ میں میں خود رہوں گا۔ اس کی یہ تجویز بہت ہی عجیب تھی۔ اس نے پلاسٹک سرجری کے ایک ماہر کو بلایا اور اپنے چہرے پر پُختہ قسم کا میک اَپ کروایا۔ یہاں تک کہ وُہ بالکل میری شکل صورت کا نظر آنے لگا۔ اس وقت اس نے ایک اور مشورہ دیا۔ کہ بنک میں موجود تمام دولت نکال کر میں کسی اور جگہ منتقل کر دوں۔ میرے پاس جنگل والا مکان موجود تھا۔ لیکن اس کے بارے میں میرے گھر کے افراد میں صرف شعلہ کو معلوم تھا۔ لہٰذا مجھے وُہ جگہ محفوظ نظر آئی۔ میں نے دولت بنک سے نکال کر وہاں منتقل کر دی اور خود اس گھر میں آکر بند ہو گیا۔ میرا دوست رات گزارنے کے لیے محل چلا گیا۔ رات کے تین بجے کے قریب میں

نے اسے فون کیا۔ لیکن اس نے ریسور نہیں اٹھایا۔ جب کہ میں جانتا تھا۔ فون میرے سونے کے کمرے میں ہی موجود ہے۔ میں بہت پریشان ہوا۔ آخر محل پہنچا اور ایک خفیہ راستے سے اندر داخل ہوا۔ لیکن اپنے کمرے میں اپنی۔ میرا مطلب ہے۔ اپنے دوست کی لاش پڑی دیکھی۔ مجھے ایک دھکّا سا لگا۔ دوست کا پروگرام میری جگہ مرنے کا تو ہرگز نہیں تھا۔ اس کا خیال تھا۔ کہ اس کی چھٹی حس بہت تیز ہے۔ خطرے کے نزدیک آنے سے پہلے ہی وہ خبردار ہو جائے گا اور مُجرم کو گرفتار کرا دے گا۔ لیکن افسوس، قاتل۔ یعنی شعلہ میری بیٹی اس سے چالاک نکلی۔ اس کو احساس تک نہ ہونے دیا اور اسے قتل بھی کر دیا۔ میری بچّی۔ آخر تم نے یہ کس طرح کیا۔ اور ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ سب کچھ تمھارا ہی تو تھا۔" یہ کہتے ہوئے سرپھوکا رونے لگا۔

"یہ کیا جواب دیں گی۔ میں بتاتا ہوں۔ اگرچہ یہ میرا اندازہ ہے۔ اگر غلط ہوا تو شعلہ صاحبہ ٹوک سکتی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ شعلہ صاحبہ نے رات کے دُودھ میں نیند کی کوئی دوا ملا دی تھی۔ رات کو انھوں نے دُودھ پیا تھا۔ میں نے تپائی پر گلاس رکھا دیکھا تھا۔ اس میں

کچھ دُودھ باقی تھا۔ پولیس اس دودھ کا تجزیہ کرا چکی ہو گی۔ میری بات جلد ثابت ہو جائے گی۔"

"یہ سب باتیں تو خیر ہوتی رہیں گی۔ سوال یہ ہے کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ شعلہ قاتل ہے؟" آفتاب بولا۔

"مجھے ایک سُرخ یاقوت قالین پر ملا تھا۔ وہ مس شعلہ کے یاقوتی ہار کا تھا۔ یہ انھوں نے وہاں خود ہی گرا دیا تھا۔ تاکہ پولیس یہ خیال کرتی رہے۔ کہ جس کسی نے یہ قتل کیا ہے۔ اس نے شعلہ کو پھانسنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن یہیں شعلہ صاحبہ سے چوک ہو گئی۔ انھوں نے یاقوت کو ہار میں سے توڑا اور اُنگلیوں کے نشانات مٹائے بغیر ڈال دیا۔ اب اگر یہ کسی دُوسرے نے ہار میں سے توڑا ہوتا۔ تو اس کی اُنگلیوں کے نشانات بھی یاقوت پر ہونے لازمی تھے۔ لیکن نہیں ہیں۔ صرف اور صرف شعلہ صاحبہ کے ہیں۔ ان حالات میں اس بات میں کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ قاتل یہی ہیں۔"

"اُف مالک۔ یہ تو مجھے دوہرا صدمہ لاحق ہو گیا۔ ایک تو عزیز ترین دوست میری جگہ ہلاک کر دیا گیا۔ اور دُوسرے قاتل بھی وہ نکلا۔ جو گھر میں مجھے سب سے عزیز تھا۔ اس سے۔ اس سے تو یہ بہتر تھا کہ اس کی جگہ میں ہی مارا جاتا۔ اس

تکلیف دہ صورتِ حال کا سامنا تو نہ کرنا پڑتا۔" انھوں نے روتی آواز میں کہا۔

"تقدیر کے لکھے کو کون مٹا سکتا ہے۔ ان کی عقل پر پردہ پڑ گیا تھا۔ صبر کا دامن ان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔ یہ آپ کی موت تک انتظار نہ کر سکیں۔ یہ تو چاہتی تھیں۔ کل کی بنتی۔ آج سب کچھ کی مالک بن جائیں۔ افسوس۔" میں جذباتی آواز میں کہتا چلا گیا۔

اور پھر کمرے میں بوجھل سکوت طاری ہو گیا۔ قاتلہ کا چہرہ جھک چکا تھا۔ اس کی نظریں فرش پر گڑ کر رہ گئی تھیں۔ ایسے میں انکل کاشان اُٹھے اور انکل جلالی نور کو فون کرنے لگے۔

○

تھوڑی دیر بعد ہم اپنے گھر کی طرف جا رہے تھے۔

"اب ان دس لاکھ کا کیا کریں بھئی؟"

"واپس دے دینے چاہییں۔"

"وہ ہرگز نہیں لیں گے۔"

"لیکن اتنا زیادہ معاوضہ تو ہمارے لیے جائز نہیں۔"

"تو کسی مسجد میں لگا دیتے ہیں۔"

"اوہ ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔"

"ابھی کہاں ٹھیک رہے گا۔ پہلے امی جان کی اجازت لینا ہو گی اور ان کی اجازت ملنا اتنا آسان کام نہیں۔"

"ہاں واقعی۔ یہ تو ہے۔" آفتاب بڑبڑایا۔

اور جب ہم نے اپنی تجویز امی جان اور ابا جان کے سامنے رکھی۔ وہ تڑ سے گریں اور بے ہوش ہو گئیں۔ ابا جان فوراً اُٹھے اور ہمارے کندھے تھپتھپانے لگے۔

اپنی لاش

کا انعامی سوال

ص: شوکی اس سے آگے کیا کہنا چاہتا تھا۔ ہم تو بلاوجہ گھر کے افراد پر شک کر رہے ہیں۔ قاتل-----

- پہلے موصول ہونے والے ایک سو درست جوابات میں سے دس قارئین کو انعام دیا جائے گا۔
- قرعہ اندازی کے ذریعے دو قارئین کو ۵۰، ۵۰ روپے کا نقد انعام اور آٹھ قارئین کو ادارہ اپنی پسند کی ۵، ۵ کتابوں کے پیکٹ بطور انعام روانہ کرے گا۔
- ایک لفافے میں تمام ناولوں کے جوابات الگ الگ کاغذ پر ارسال کیے جا سکتے ہیں، لیکن ہر ناول کا صرف ایک جواب ارسال کریں۔
- خطوط درج ذیل پتے پر ارسال کریں:

اشتیاق احمد
وی ۸/۶ سٹیلائٹ ٹاؤن، جھنگ صدر، پوسٹ کوڈ ۳۵۲۰۶

آیندہ ناول کی ایک جھلک

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز ۱۸۰

خونی خزانہ

مصنف: اشتیاق احمد

- اژدھوں کے ایک شکاری سے ملیے۔
- ایک شخص اس سے اژدھا شکار کرانا چاہتا تھا۔
- لیکن۔ شکاری نے اژدھا کی بجائے دوسری قسم کا شکار کھیلا۔
- محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید ایک تفریحی سفر پر رواں دواں تھے کہ اچانک۔
- ایک خوفناک جال۔ جس میں انھیں بند کر دیا گیا۔
- محمود، فاروق اور فرزانہ کی شوخیاں عروج پر۔
- انسپکٹر جمشید حیرت انگیز طور پر مجرم تک پہنچتے ہیں۔

قیمت: ۷/۵۰ روپے